

حضرت سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ اللہ

مصنف

مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

مکتبہ اہلِ سُنّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّابَعْدُفَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

رئیس التحریر
مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

اس کتاب میں پڑھیے

کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قلمی جہاد
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا حسن ادب
احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ اہلِ سُنّت فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رسول محمد

سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تصنیف ــــــــ مفتی محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی

کمپوزنگ ــــــــ محمد فیصل مشتاق

سن اشاعت ــــــــ مئی 2008ء

ناشر ــــــــ جاوید اختر

ہدیہ 150 روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ اہلِ سُنّت

امین پور بازار فیصل آباد

041-2002111

0321-6639552

● زاویہ پبلشرز دربار مارکیٹ، لاہور

● مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد، کراچی

● اسلامی بک کارپوریشن فضل داد پلازہ، راولپنڈی

● شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

● صدیقی پبلشرز محلہ سوداگراں، کراچی

● احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

کنز الایمان پر اعتراضات کے جوابات

مصنف:

رئیس التحریر

مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

مکتبہ اہلِ سنّت فیصل آباد

فہرست مضامین

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّابَعْدُفَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات

تمہید و مقدمہ

قرآن مجید کے تراجم تقریباً ہر زبان میں شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں لیکن الحمدللہ جتنی مقبولیت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کو نصیب ہوئی یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ نہایت ہی مختصر سے وقت میں کہ جس کا تاریخی نام ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' ہے جو ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا۔ اس سن کے بعد بھی اشاعت کا معاملہ گوشۂ خمول میں رہا۔ لیکن جوں ہی تاج کمپنی میں اس کی اشاعت شروع ہوئی تو پھر اس کے بعد تمام ترجموں پر صحت اور درستگی کے اعتبار سے فوقیت لے گیا جس کا اعتراف کارکنانِ تاج کمپنی نے کیا۔

اس ترجمہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر مخالفین کے پیٹ میں درد ہونے لگا تو آپ کے ترجمۂ قرآن میں کیل کانٹے نکالنے شروع کر دیئے تاکہ مسلمان دھوکے میں آجائیں اور اس ترجمے کی طرف سے ان توجہ ہٹ جائے اور اس کا چڑھتا ہوا سورج غروب ہو جائے۔ اور نہ صرف کنزالایمان کے خلاف زہر اُگلا گیا بلکہ اس پر پابندی لگانے کی سرتوڑ کوشش کی گئی۔ لیکن

دشمن چہ کند چو باشد مہربان دوست

ادھر یہ حال کہ جتنا مخالفین کنزالایمان کو نیچا دکھانے کی کرتے اس سے بڑھ

کر کئی گُنا یہ آگے کی منازل پہ ترقی کرتا چلا گیا اور اب تو اس کی منزلیں اتنی دُور تک پہنچی ہیں کہ مخالفین سر پیٹ رہے ہیں۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ ترجمہ الہامی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ازخود نہیں کیا بلکہ تائیدِ ایزدی سے کرایا گیا، چنانچہ اس ترجمہ (کنزالایمان) کا شانِ ورود یہ ہے:

''صدرالشریعہ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کی صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی۔

آپ نے وعدہ فرمالیا۔ لیکن دوسرے مشاغل دیرینہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی جب حضرت صدرالشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چونکہ ترجمہ کیلئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدرالشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ زبانی طور پر آیاتِ کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدرالشریعہ اس کو لکھتے رہتے لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے

قرآن شریف روانگی سے پڑھتا جاتا ہے پھر جب حضرت صدرالشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر کے بالکل مطابق ہے الغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا۔ پھر وہ مبارک ساعت بھی آ گئی کہ حضرت صدرالشریعہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید کا ترجمہ کرالیا اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیائے سنّیت کو کنزالایمان کی دولت عظمیٰ نصیت ہوئی۔

(سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ از صدرالدین احمد صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۵)

الہامی ترجمہ ہونے کے دلائل

(۱) مصنف کتنا ہی زیرک زمان ہو پھر بھی اپنی تحریر میں غلطی کر جاتا ہے جس سے اسے اپنی غلط تحریر پر لکیر کھینچنی پڑتی ہے خواہ اپنی تحریر کو برسوں سوچ بچار کے بعد لکھے لیکن یہاں یہ حال ہے کہ ترجمہ برجستہ منہ سے نکل رہا ہے اور ادھر لکھا جا رہا ہے نہ سوچ بچار ہے نہ کہیں ٹھہراؤ ہے پھر کمال یہ ہے کہ پورے تیس پاروں کے ترجمہ میں کہیں بھی لکیر کھینچنے کی نوبت نہیں آئی اصل مسودہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی میں محفوظ ہے۔ آنکھوں سے دیکھ کر میری طرح کہہ دیں کہ ترجمہ سعیٔ انسانی نہیں بلکہ الہامی ہے۔

(۲) علامہ عبدالستار طاہر رضوی مدظلہ نے ایک فہرست تیار فرمائی ہے جو اگلے اوراق میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے یہ فہرست معمولی نوشت وخورند قسم کے لوگوں کی نہیں بلکہ اپنے دور کے محقق علماء کرام کی ہے جنہیں منجانب اللہ توفیق نصیب ہوئی کہ

کنزالایمان پر جس نے بھی کیچڑ اچھالا اس کا فوراً ایسا دندان شکن جواب ملا کہ جس کے بعد معترض کو دوبارہ کچھ کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ یہ بھی منجانب اللہ کنزالایمان کے تحفظ کا ایک ربانی سامان ہے ورنہ دیگر تراجم کے متعلق دیکھ لیں کہ ان کی اغلاط کی بھرمار ہے جنہیں نہ صرف خواص بلکہ عوام تک جانتے ہیں لیکن کسی ترجمہ کے لئے کسی طرح دفاع نہیں ہوا اور یہاں یہ حال ہے کہ کنزالایمان کا دفاع کئی درجنوں تک پہنچا ہے علامہ عبدالستار رضوی مدظلہ لکھتے ہیں کہ یوں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر انہوں نے بھی لکھا، بیگانوں نے بھی اور حق تو یہ ہے کہ حق نے حق کو ہر دور میں منوایا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر قریباً ہر موضوع پر لکھا جا چکا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ ان کی ذات کے بے شمار پہلوؤں پر کام ہو رہا ہے اور ان گنت گوشوں پر لکھا جانا باقی ہے، اس وقت اُن کے ترجمہ قرآن، کنزالایمان پر اب تک ہونے والے کام کی تفصیل پیش کی جارہی ہے تاکہ شانِ رضویت کا یہ پہلو بھی بایں طور پر اُجاگر ہو سکے۔ یہ تفصیل یہ ہے۔

تفصیل

نمبر شمار	عنوان	مصنف: مؤلف: جریدہ تاریخِ اشاعت	مقام اشاعت
۱	کنزالایمان اور دیگر تراجم کا موازنہ	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ اکتوبر ۱۹۶۴ء	گوجرانوالہ
۲	ترجمۂ اعلیٰ حضرت	ماہنامہ جامِ رضا اپریل ۱۹۶۹ء	راولپنڈی
۳	اعلیٰ حضرت کا ترجمۂ قرآن اور دیگر تراجم	مولانا رضائے المصطفیٰ اعظمی ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت نومبر دسمبر ۱۹۷۵ء	کراچی
۴	محاسن کنزالایمان	ملک شیر محمد اعوان، مرکزی مجلسِ رضا۔ رضا اکیڈمی ۱۹۷۵ء	لاہور

۳۱	کنز الایمان اور اس کی فنی حیثیت	علامہ رانا جاوید القادری ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۷ء	لاہور
۳۲	کنز الایمان ہدایت کا نشان	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ﷺ نومبر ۱۹۸۷ء	گوجرانوالہ
۳۳	کنز الایمان اور اسکی فنی حیثیت	خطاب علامہ طاہر القادری ماہنامہ منہاج القرآن جنوری ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۴	کنز الایمان اور اسکی فنی حیثیت	خطاب علامہ طاہر القادری ماہنامہ منہاج القرآن جنوری ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۵	تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ	پروفیسر عشرت حسین مرزا ماہنامہ جادہ اعلیٰ حضرت نمبر جنوری ۱۹۸۸ء	جہلم
۳۶	کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں	مولانا محمد صدیق ہزاروی ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۷	خصائص کنز الایمان	علامہ عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری، مارچ ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۸	امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات	مولانا کلیم الرحمان رضوی مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ستمبر ۱۹۸۸ء	کراچی
۳۹	ترجموں کی غلطیاں	مکتبہ رضائے مصطفیٰ	گوجرانوالہ
۴۰	توضیح البیان لخزائن العرفان	مکتبہ رضائے مصطفیٰ	گوجرانوالہ
۴۱	انوار کنز الایمان	مولانا وارث جمال بار علوی	براؤن شریف
۴۲	قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی	مولانا قاری رضاء المصطفیٰ	
۴۳	کنز الایمان اہل حدیث کی نظر میں	علامہ سعید بن عبد العزیز	لاہور
۴۴	پاسبان کنز الایمان	مولانا ابوداؤد صادق	گوجرانوالہ
۴۵	کنز الایمان اور دیگر معروف اُردو تراجم	پروفیسر مجید اللہ قادری (تحقیقی مقالہ	کراچی

۴۶	قرآن مجید کے اردو تراجم پر ایک طائرانہ نظر	علامہ عبدالحکیم شاہ جہان پوری (قلمی)	لاہور
۴۷	تراجم قرآن کے ہجوم میں کنزالایمان	مولانا محمد وارث جمال یار علوی ماہنامہ فیض الرسول اکتوبر نومبر ۱۹۸۸ء	براؤن شریف بھارت
۴۸	بلیاتِ کنزالایمان		راولپنڈی
۴۹	مقالہ بر کنزالایمان	پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی	کراچی
۵۰	اُردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر	مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (قلمی)	کراچی
۵۱	بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ	مولانا اخلاق حسین قاسمی	لاہور
۵۲	اُردو تراجمِ قرآن تقابلی مطالعہ	مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی سہ ماہی تصوف، جنوری تا مارچ ۱۹۷۹ء	کراچی
۵۳	قرآن پاک کے اُردو تراجم کا تقابلی جائزہ	صاحبزادہ وجاہت رسول قادری مجلہ معارفِ رضا ستمبر ۱۹۸۹ء	کراچی
۵۴	کنزالایمان اربابِ علم و دانش کی نظر میں	محمد عبدالستار طاہر، ستمبر ۱۹۸۹ء	کراچی
۵۵	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر مجید اللہ قادری، ستمبر ۱۹۹۸ء	کراچی
۵۶	اعلیٰ حضرت اور کنزالایمان	مولانا محمد وارث جمال یار علوی ماہنامہ استقامت مارچ ۱۹۸۱ء	کانپور بھارت
۵۷	فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے	قاری رضا المصطفیٰ معارف رضا شمارہ دہم کراچی ۱۹۸۸ء	حیدر آباد

نوٹ: یہ فہرست پرانی ہے اس کے بعد کنزالایمان پر کام ہوا اسے بالاستیعاب جمع کیا جائے تو آج تک سو دو سو کے لگ بھگ ہوگا۔ اس کیفیت کے پیش نظر میں اسے الہامی ترجمہ نہ کہوں تو کیا کہوں۔

انکشافِ حقیقت اور چیلنج

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے دماغ مبارک میں قدرتِ قدیر نے کوئی ایسا مادہ ودیعت فرمایا ہوا تھا کہ جس فن کے متعلق گوہر افشانی فرماتے اس فن کے درجنوں حوالے بتاتے جاتے اور لکھنے والے لکھتے جاتے جب لکھنے والے اصل عبارات کے ساتھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لکھوائے ہوئے مضمون کا موازنہ کرتے تو سرِ موفرق نہ ہوتا۔یہی حال اسی ترجمہ قرآن یعنی کنزالایمان کے لئے ہوا جیسا کہ فقیر (مفتی محمد احمد اُویسی مدظلہ العالی) نے اس کے شان ورود میں لکھا ہے۔

وہ زمانہ تو دور کی بات ہے فقیر (مفتی محمد احمد اُویسی مدظلہ العالی) آج مخالفین کو دعوتِ تحقیق پیش کرتا ہے کہ کوئی ایک آیت لے کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر ہماری تفاسیر کے حوالہ جات کا مطالعہ کریں تو ان شاء اللہ عزوجل فقیر اُویسی غفرلہٗ اس ترجمہ کے مطابق حوالہ جات کا انبار لگا دے گا۔نمونے کے طور پر کچھ فقیر نے آگے چل کر بھی حوالہ جات سے قلم روک لیا۔اسی لئے ماننا پڑے گا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ترجمۃ القرآن یعنی کنزالایمان الہامی ترجمہ ہے۔

وجہ تالیف ھذا

فقیر (مفتی محمد احمد اُویسی مدظلہ العالی) گوناگوں مصروفیات میں گھرا رہتا ہے۔لیکن اپنے اکابر پر جہاں کسی کو حرف گیری کرتے دیکھتا ہے تو پھر بے قابو ہو کر جب تک دفاع مکمل نہ کر لے بے چین رہتا ہے۔امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کے ترجمہ پر ایک اخبار کے کسی کالم نگار کے اعتراضات پڑھے تو فقیر (مفتی

محمد احمد اُویسی مدظلہ العالی) کا خون کھول گیا۔ فقیر (مفتی محمد احمد اُویسی مدظلہ العالی) کو چونکہ اخبار والوں سے کسی قسم کی راہ ورسم نہیں اور راہ ورسم پیدا کروں تو وہ فقیر (مفتی محمد احمد اُویسی مدظلہ العالی) کے اتنا طویل مضمون شائع کرنے کو تیار بھی نہیں اسی لئے کالم نگار کے اعتراضات کے علاوہ مزید کئی تحقیقی ابحاث معرض تحریر میں آ گئے۔ لیکن افسوس کہ قلم کی حرکت تو ہے لیکن اس کی اشاعت وطباعت میں بے بس ہوں۔ لیکن الحمد اللہ رحمتِ ایزدی سے مایوس و ناامید نہیں ہوں۔ اسی لئے کالم نگار کی تحریرِ غلیظ کے جوابات لکھ کر تصنیف خانہ اُویسیہ میں رکھ دیئے۔

ترجمۃ القرآن

ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا معمولی بات نہیں بالخصوص کلام ربانی کی ترجمانی تو نہایت ہی مشکل کام ہے اس لئے کہ نا معلوم اس کریم جل شانہ کی کیا مراد ہے لیکن ترجمہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ترجمہ میں لغاتِ عربیہ کی چھان بین کر کے اسلامی اصول کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے خوفِ خدا دل میں رکھ کر ترجمہ کرے ورنہ ہلاکت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ قرآن مجید کے ہر زبان میں ترجمے ہو رہے ہیں ان تراجم سے عوام مستفید ہو رہے ہیں ان میں اردو تراجم بھی ہیں ان میں بعض لفظی مفہومی اور بعض تفسیری ہیں اور بعض تفصیلی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اکثر تراجم لفظی ہیں تو لفظوں سے صرف مشہور اور عرفی الفاظ کو لیا گیا ہے ان میں اصول اسلامی کی پرواہ نہیں کی گئی جن سے فائدے کے بجائے گمراہی پھیلی ہے۔ اور بعض تراجم میں اپنے مسلکِ غلط کے مطابق الفاظ کو مدنظر رکھ

کر ترجمہ پیش کیا گیا۔ حالانکہ قرآن مجید کے ترجمہ کے لئے جیسے پہلے عرض کیا گیا ہے کہ لغات عربیہ کی چھان بین کر کے ایسا ترجمہ ہونا چاہیے جو اسلامی اصول پر پورا اتر سکے امثلہ میں سے صرف ایک مثال ترجمہ قرآن مسمی بہ کنزالایمان کو دیکھ لیجئے کہ اس میں نہ صرف ترجمانی کا حق ادا کیا بلکہ اسی ترجمہ میں کئی معرکۃ الآراء مسائل کو ایک ایک جملہ میں بیان فرمادیا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنّت مجدد دین وملت سیدنا شاہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے بے نظیر ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' پر خطۂ ہندو پاک کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسے بین الاقوامی تراجم کے بالمقابل پیش کیا جائے تو بحمدہ تعالیٰ عالم اسلام کے جمیع تراجم سے ممتاز متصور ہوگا۔ نہایت وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ترجمہ کو وہی درجہ حاصل ہے جو مثنوی شریف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ!

ہست قرآن بزبان پہلوی

اس لئے کہ قرآن مجید کو عربیت سے اردو میں جس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ڈھالا ہے بہت کم مترجمین کو نصیب ہوا ہے۔ جیسا کہ تقابلی تراجم کے باب میں واضح ہے۔

ترجمانی کی کہانی

سلطنت حیدرآباد دکن کے آخری سلطان نظام الملک ہفتم میر عثمان علی خاں کے پاس ایک صاحب تھے۔ جنہیں آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے دو ہزار

روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ان کا کام فقط یہ تھا کہ جسے میر عثمان علی خان زبانی پیغام بھیجنا چاہیں اسے وہ اس طرح پہنچادیں جس طرح میر عثمان علی خان نے پیغام دیا ہے پیغام سناتے وقت پہنچانے والے صاحب پر ان کیفیات کا طاری ہونا ضروری تھا جو پیغام بھیجتے وقت میر عثمان خان پر طاری ہوتی تھیں۔میر عثمان علی خان خوش ہوکر کوئی بات کہتے تو وہ بھی خوش ہوکر اسے نقل کرتے ۔میر عثمان علی خان بگڑ کر، تیوری چڑھا کر بات کرتے تو وہ بھی بگڑتے اور تیوری چڑھاتے الفاظ کا بدلنا تو ممکن ہی نہیں تھا۔لہجہ اور طرزِ کلام بھی میر عثمان علی خان کا رہتا تھا۔مخاطب جان جاتا تھا کہ مجھ پر عنایت ہوئی ہے یا عتاب ہوا ہے۔

متعلقات ضروریہ برائے ترجمہ

علامہ زرقانی رحمۃ للہ علیہ نے لکھا کہ میرے دور میں ایک سو بیس قرآن مجید تراجم تک پینتیس زبانوں میں لکھے جاچکے ہیں ان میں بعض تو بار بار چھپے ہیں یہاں تک کہ بعض تراجم چونتیس بار چھپے ہیں۔

(مناہل العرفان جلد۲، صفحہ۳)

اس کے بعد لکھا ہے کہ مترجمین نے مختلف مقاصد کے لئے ترجمے کئے :

''ومن هؤلاء الذين ترجموه من يحمل للاسلام عداوة ظاهرة ومنهم من يحمل حباله''۔ ترجمہ: ان میں بعض نے اسلام دشمنی کی بنا پر اور بعض نے اسلام کی محبت میں ترجمے کئے۔

(مناہل العرفان جلد۲، صفحہ۳)

پھر لکھتے ہیں کہ چار معنوں میں سے کسی ایک معنی پر ترجمہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۱) تبلیغ الکلام لمن لم یبلغه:

کلام کو اس کے ہاں پہنچانا جس کے ہاں وہ نہیں پہنچا۔

(۲) تفسیر الکلام بلغة التی جاء بها:

اس کلام کو اسی لغت میں وضاحت کے ساتھ بیان کرنا۔

(۳) تفسیر الکلام بلغة غیر لغة:

کلام کو غیر لغت میں وضاحت کے ساتھ بیان کرنا۔

(۴) نقل الکلام من لغة الیٰ اخری:

کلام کو بعض دوسری لغت میں نقل کرنا۔

(مناہل العرفان جلد ۲، صفحہ ۳)

پھر فرمایا اگر چہ ترجمہ کا اطلاق ان چاروں معانی پر آتا ہے لیکن عرف عام میں: التعبیر عن معنی کلام فی لغة لکلام آخر من لغة اخری مع الوفاء لجمیع معانیه ومقاصده۔ جمیع مقاصد و معانی کو لیکر ایک لغت میں منتقل کرنا۔

(مناہل العرفان جلد ۲، صفحہ ۳)

یہ دو قسم ہے۔ (۱) حرفیہ (۲) تفسیریہ

حرفیہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ:

"ھی التی ترعی فیھا محاکاة الاصل فی نظمه وترتیبه"

ترجمہ: حرفیہ یہ ہے کہ اس میں اصل کے نظم و ترتیب کی رعایت کر کے ایک لغت کو دوسری لغت میں منتقل کرنا تفسیریہ کے متعلق لکھا کہ اس میں رعایت مذکور ملحوظ نہ ہو۔

مترجم کو چار اوصاف کا موصوف ہونا ضروری ہے۔

(۱) اصل اور ترجمہ کی دونوں لغات کی مہارت تامہ رکھتا ہو۔

(۲) ان کے اسالیب وخصائص کا حاذق ہو۔

(۳) اصل کے جمیع معانی ومقاصد کو مکمل طور ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(۴) اصل کا پورا معنیٰ ترجمہ میں ڈھالنے کی قدرت رکھتا ہوا۔

تقابل تراجم

ان امور کو سامنے رکھ کر اب لایئے قرآن مجید کے تراجم کو ایسی سٹیج پر جہاں عقیدت مندی کے بجائے تحریر کے لفظ لفظ پر تنقیدی نگاہیں بال کی کھال اتاریں۔ اور ان تراجم کو اوّلاً اس بدگمانی کے طور پر غائرانہ نگاہ ڈالیں کہ مترجم اسلام کا لبادہ اوڑھ کر کہیں اسلام کے بنیادی عقائد اور اصول وضوابط جڑیں تو نہیں اکھیڑ رہا، کھوکھلا نہیں کر رہا۔ اب ناقد توحید ورسالت اور عقائد جبر وقدر اور مسائل آخرت اور جملہ احکام شریعت کی کسوٹی سے آیت آیت کے تحت ترجمہ کے ہر لفظ کو پرکھے گا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا ترجمۂ قرآن بلا تامل بول اُٹھے گا:

ہست قرآن درلباس اردوی

کیونکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام عرب وعجم رضی اللہ عنہ کے قلم نے اسلام پر دشمنان اسلام کے تمام گھناؤنے داغ دھونے میں زندگی گذار دی پھر وہ اب کس طرح کسی غُبار آلود لفظ کو منہ لگا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ کنزالایمان کی ترجمانی

ہر آیت کی حق کی آواز ہے اوراس کا ہر مضمون اسلام کا صحیح ترجمان ہے چنانچہ ہم نے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پڑھی کہ مترجمین میں کچھ لوگ معاندین اسلام بھی ہیں جن کو ترجمہ کرنے سے غرض صرف اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنی ہے اور بس لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے لئے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

کیونکہ ترجمہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے توحید ورسالت سے لے کر شریعت کے عام مسئلہ تک ہر ایک کا پورا حق ادا کیا ہے۔

توحید باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی ذات کے آداب ملاحظہ ہوں۔

(۱) **بسم الله الرحمن الرحيم** کا ترجمہ کرتے ہوئے کہ ''اللہ کے نام سے شروع الخ'' اس میں بتا دیا کہ انسان کا سب سے پہلا مقصدِ عظیم ذاتِ حق ہو باقی جملہ امور بالتبع، بخلافِ دوسرے تراجم کے کہ وہاں یہ بات نہیں بلکہ ان سب نے لفظ اللہ کو ترجمہ میں مؤخر کر دیا ہے۔

(۲) **اللّٰہ یستھزئ بھم** میں بظاہر ترجمہ میں اشکال تھا کہ استہزاء ذات حق تعالیٰ وتقدس کے لائق شان نہیں لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے قلم نے وہ الفاظ پیش کئے جن کے پڑھنے کے بعد بارگاہِ حق کے ادب پر مترجم کے لئے مہر ثبت ہوگئی۔ چنانچہ لکھا کہ ''اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا اسکی شان کے لائق ہے۔''
(کنزالایمان)

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسمیں استہزاء کو عربی عبارت میں لکھ کر توضیحاً

ریکٹ میں لکھ دیا کہ (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) تا کہ قارئین کو یقین ہو کہ مترجم اسلامی عقیدہ کے مطابق ترجمہ لکھ رہا ہے کہ یہ آیت متشابہات سے ہے بخلافِ دوسرے تراجم کے کہ ان میں الوہیت کی کھلی اور واضح گستاخی ہے کہ جس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ نامعلوم یہ مترجمین مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔ ملاحظہ ہو۔

☆ اللہ ٹھٹھا کرتا ہے۔ (سرسید)

☆ منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے۔ (فتح جالندھری)

☆ اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی۔ (مرزا حیرت)

☆ اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے۔ (شیخ دیوبند محمود الحسن)

☆ اللہ جل شانہٗ ان سے دل لگی کرتا ہے۔ (نواب وحید الزمان)

غور فرمایئے ان تراجم میں ٹھٹھا کرنا، ہنسی کرنا، دل لگی کرنا، اردو کے ایسے ثقیل الفاظ ہیں کہ عام محاورہ میں کسی بھی بزرگ شخصیت پر اطلاق کرنے سے سوء ادب ہے چہ جائکہ خالقِ کائنات پر بولا جائے۔

مذہب معتزلہ کی ترجمانی

معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو وقوع فعل کے بعد علم ہوتا ہے۔ لیکن اہلسنّت کا عقیدہ قدیم سے یونہی آ رہا ہے اور تا حال ہم سب کا یہی عقیدہ ہے کہ اس کا علم قدیم ہے اسی لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے ترجمے یں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے علم پر حرف آتا ہے اور معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اُلوہیت کی گستاخی سے دامن بچا کر معتزلہ فرقہ کے برعکس اہلسنّت کے عقیدہ کی

ترجمانی فرمائی چنانچہ نمونہ کے طور پر چند آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱)وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه ۔(پارہ۲)

ترجمہ: اور اے محبوب تم جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اس لئے مقرر کیا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

(۲)ولما یعلم الله الذین جاهدو منکم ویعلم الصابرین ۔(پارہ۴)

ترجمہ: اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے۔

اس قسم کی جملہ آیات فقیر اُویسی غفرلہٗ نے اپنی کتاب ''امرأۃ الدلائل'' میں جمع کردی ہیں۔ اوران سب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہر جگہ اہلسنّت کی ترجمانی فرمائی ہے۔

کہیں علم بمعنی اظہار کہیں علم بمعنی معرفۃ اور کہیں علم بمعنی ابتلاء لکھا ہے اور وہ جملہ معانی علم سے مجازاً عرب میں بکثرت مستعمل ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو غیر جانبدار ناقدین دیکھ کر یقین کریں گے کہ مترجم اہلسنّت کے عقائد کا حامی ہے اور ناظرین خوب جانتے ہیں کہ تمام گمراہ فرقوں کے لئے فیصلہ ہو چکا ہے کہ **کلهم فی النار**۔ اور اہل اسلام کا اجماع ہو گیا کہ اہلسنّت ہی ناجی فرقہ ہے اور بس اور ترجمۂ قرآن کا مقصد بھی ہے کہ اس سے عوام کو راہِ حق اور مذہب مہذب اہلسنّت کی رہبری کی جائے۔ بخلاف دوسرے تراجم کے کہ ان کو سامنے رکھا جائے تو آئینہ کی طرح صاف شفاف نظر آئے گا کہ یہ مترجمین معتزلی

ہیں یا اعتزال کے حامی صرف انہی دو آیتوں کے تراجم آیتہً ملاحظہ ہوں۔

آیت نمبر ا: ''ہم جان لیں'' (سرسید علی گڑھ :ماہنامہ دارالعلوم اے ۱۹ء) ''ہم معلوم کرلیں'' (ڈپٹی نذیر احمد) ''ہمیں معلوم ہو جائے'' (مرزا حیات)

آیت نمبر ۲: ''ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو'' (شیخ دیوبند محمود الحسن) ''حالانکہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔ (فتح محمد جالندھری)

فائدہ: نمونہ کے طور پر یہ دو ترجمے پڑھ کر تعصب نہ ہو تو ناظرین ماننے پر مجبور ہوں گے کہ صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ترجمہ ترجمۂ قرآن کہلانے کا حق رکھتا ہے باقی تراجم زمین میں دفن کردیئے جائیں تاکہ جو گمراہ فرقے مر کر مٹی میں مل گئے ہیں وہ آج کے آزادی کے دور میں ان تراجم سے تقویت پا کر سر نہ اٹھا سکیں۔

معتزلہ کی دوسری تائید

معتزلہ کے عقیدہ کی تائید میں دوسرے مترجمین نے لعلّ نے ترجمہ میں غلطی کی ہے چنانچہ چند تراجم ملاحظہ ہوں۔

"یاایھاالناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذی من قبلکم لعلکم تتقون"۔

ترجمہ: اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ (ترجمہ شیخ دیوبندی محمود الحسن) اسی طرح دیگر مترجمین کا حال ہے۔ حالانکہ اس ترجمہ کا قاضی بیضاوی مشہور درسی کتاب سے رد موجود ہے وہ

لکھتے ہیں ''لم یثبت فی اللغة مثله'' لغت میں اس کی مثال ثابت نہیں کہ اس میں لَعَلّ بمعنی گئے (تاکہ) مستعمل ہوا ہے باوجود یہ کہ درسی کتاب میں اس کا رد موجود ہے لیکن ان یتامی سے غلطی سرزد ہوئی جس سے پڑھنے والا مترجم کی جہالت کے علاوہ یقین کرے گا کہ یہ ترجمہ کسی معتزلی کا ہے۔اور پھر اس سے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ اپنے بندوں سے عبادت کی امیدوں میں ہے حالانکہ مسلمان مدّعی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں اور نہ ہی وہ کسی کی عبادت کا محتاج ہے اور دوسری گستاخی یہ ہوگی کہ امید کی وابستگی لاعلمی ثابت کرتی ہے۔(وھو علوا کبیرا)

لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ' نے ایسا پیارا ترجمہ کیا کہ جس سے اہلسنّت کے مسلک کی بھی تائید ہے اور مخالفِ اسلام کو بھی اعتراض کی گنجائش نہیں۔آپ نے اسی ترجمہ کو لکھا ''اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔''

خدا کا مکر (معاذ اللہ)

بھلا کوئی یہ گوارہ کرسکتا ہے کہ بزعم خویش اس کی کسی متاز شخصیت کو دغاباز، چالباز، مکار کہا جائے تو کتنا دکھ پہنچے گا اور کہنے والے پر سرزنش اور ملامت نہیں بلکہ ڈنڈے برسائے جائیں گے اگرچہ بولنے والے ہزاروں قسمیں کھائے کہ اس سے میری مُراد یہ تھی اور مری نیت یہ نہیں تھی تو کوئی نہیں مانے گا۔لیکن قرآن کے ترجمان سے یہی الفاظ اگر تحریر سے مل جائیں تو ناقد غیر جانبدار یہ ترجمہ کس کھاتے میں ڈالے گا۔بقول علاّمہ زرقانی ایسا شخص ملحد بے دین ہے یا جاہل غبی ہوگا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

"ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین"(پارہ ۳،سورۃ آل عمران)

ترجمہ: اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (شیخ دیو بند محمود الحسن)

اور ایسے ہی دوسرے تراجم کا حال ہے، لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا ادب سامنے رکھ کر ترجمہ کیا "اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔"

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے لغوی معنی کو بھی نبھایا اور ادب بارگاہِ الٰہی کا دامن بھی نہ چھوڑا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے پہلے مترجمین سے اس طرح کی گستاخی الوہیت منقول ہے آپ کے بعد والے مکر کے معنیٰ کو صرف تدبیر کے معنی میں لائے وہ الوہیت کی گستاخی سے تو بچے لیکن لغوی معنیٰ سے ترجمہ قرآن کا حق نہ ادا کر سکے کیونکہ مکر کا معنی صرف تدبیر کہیں نہیں آیا۔ ایسے ترجمہ سے مترجم کی لاعلمی اور جہالت تو ظاہر ہوگی۔

اُلوہیت کے ادب کو رسالت کے ادب پر فوقیت کا نمونہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور آپ کے معتقدین پر غلو کا طعنہ زوروں پر ہے حالانکہ یہ بھی تعصب پر مبنی ہے کیوں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر جگہ خطاب نبوی میں تم کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور آپ کے مخالفین نے لفظ آپ کا۔ یہ بھی بارگاہِ الٰہی کے ادب اور بے ادبی کا مسئلہ ہے کیونکہ لفظ آپ کا خطاب ادنیٰ اعلیٰ کو کرتا ہے اور اگر اعلیٰ ادنیٰ کو اس طرح کا خطاب کرتا ہے تو آپ کے بجائے تم بولتا ہے۔

آدابِ رسالت

بقول علاّمہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ مترجمین میں بہت سے ایسے گذرے ہیں جن کا مقصد صرف اور صرف اسلام کی مضبوط دیوار کو کھوکھلا کرنا تھا اور یہی کیفیت تا قیامت رہے گی۔ ان غلط کاروں کی نشان دہی بھی ان کے تراجم سے ہوسکتی ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام دشمنوں کا سب سے بڑا حربہ اُلوہیت کے بعد رسالت ہے چنانچہ ہم چند تراجم کی نشاندہی کرتے ہیں پھر ان کے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ترجمہ بھی ساتھ لکھ دیا جائے گا تاکہ قارئین آسانی سے سمجھ سکیں کہ کون سا ترجمہ مبنی بر صحت عقائد اسلام ہے اور کون سا عقائد اسلام کے خلاف۔

سورہ طٰہٰ میں ارشادِ خداوندی ہے۔ ''وعصیٰ ادم ربہ فغویٰ ''اس کا ترجمہ مولوی عاشق علی دیوبندی نے یوں کیا ہے۔ ''اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔'' دیکھو اس ترجمہ میں اللہ کے ایک معصوم نبی کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ ''اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اُس کی راہ نہ پائی۔''

فائدہ: آیت کے ترجمہ میں مولوی عاشق الٰہی نے آدم علیہ السلام کو گمراہ لکھ دیا۔ لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ترجمہ میں ہی عصمتِ انبیاء کے عقیدہ کو ملحوظ رکھا۔

''قالوا تاللہ انک لفی ضللک القدیم ۝'' (پارہ ۱۳، رکوع ۵)

ترجمہ: لوگ بولے قسم اللہ کی تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے۔ (محمود الحسن دیوبندی)

ترجمہ: وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اُسی پُرانے غلط خیال میں مُبتلا ہیں۔" (اشرف علی تھانوی)

ترجمہ: بیٹے بولے خُدا کی قسم آپ اپنی اسی پُرانی خودرفتگی میں ہیں۔ (اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ)

عربی میں لفظ ضلال کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ اس کے معنی مغلوب ہونا اور گمراہ ہونا کے بھی ہیں اور لفظ ضلالت محبت وارفتگی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

"ووجدك ضالا فهدىٰ" (والضحیٰ آیت ۷)

ترجمہ: اور پایا آپ کو بھٹکتا ہوا اور پھر راہ سجھائی۔ (محمود الحسن دیوبندی)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا، سو آپ کو (شریعت کا راستہ دکھلایا۔ (اشرف علی تھانوی)

ترجمہ: اور تمہیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت کی۔ حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاہل معاشرہ میں گم ہو کر رہ گئے تھے۔ (مودُودی)

ترجمہ: اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ (اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ)

انتباہ: دوسرے مترجمین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور یعقوب علیہ السلام کو گمراہ ثابت کیا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ترجمہ میں یہ بات نہیں بلکہ عصمتِ نبوت کے ساتھ ادب کا دامن بھی تھاما گیا ہے۔

بلکہ بعض اداروں کے نام کچھ ایسے رکھے جاتے ہیں جن کے الفاظ سے سمجھا جائے کہ ادارے صرف قرآن مجید کے معانی ومطالب کے لئے ہیں حالانکہ ان کے ترجمہ کو دیکھا جائے تو سراسر گمراہی ہی گمراہی مثلاً کراچی میں ایک ادارہ کا نام ہے "ادارہ اشاعۃ القرآن والحدیث" اس کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱)فلما را الشمس بازغة قال هذا ربی۔

(پس جب دیکھا ابراہیم نے سورج کو روشن کہا یہی ہے پروردگار میرا)

(۲)ولقد همت به وهم بها۔(الایة)

(تحقیق قصد کیا اس عورت نے ساتھ یوسف کے اور قصد کیا یوسف نے ساتھ اس کے)

(۳)ليغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وما تأخر

(تا کہ بخشے خدا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہو)

(۴)ووجدك ضالا فهدىٰ (اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی)

(قرآن مجید مترجم ادارہ اشاعۃ القرآن والحدیث کراچی وغیرہ)

لہٰذا ان آیات سے ابراہیم علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، حضور علیہ السلام سب گنہگار وگمراہ ثابت ہوئے۔(نعوذ بالله من ذالك)

واہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا شاندار ترجمہ کیا جس سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر کسی قسم کا دھبہ نہیں لگتا مثلاً:

(۱) آیت: ''جب سورج جگمگاتا دیکھا، بولے اِسے میرا رب کہتے ہو۔''

(۲) آیت: ''بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا، اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔''

(۳) آیت: ''تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔''

(۴) آیت: ''اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا، تو اپنی طرف راہ دی۔''

ہر آیت کا کتنا عالمانہ عارفانہ محتاط اور ادب آموز ترجمہ مبارکہ ہے جس میں ہر ہر پہلو کو ملحوظ رکھ کر علم وعقیدہ کا حسین امتزاج پیش کیا گیا ہے۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ' کی تحسین وآفرین کی وجہ

اشاعۃ القرآن کے ترجمہ کی خامی اوپر عرض کر دی ہے اب اعلیٰ حضرت قدس سرہ' کے ترجمہ کی خوبی ملاحظہ ہو:

آیت نمبر۱: کا ترجمہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سورج وغیرہ کو خود اپنا رب نہیں کہا۔ بلکہ اپنے مخاطب مشرکین سے فرمایا کہ تم اسے میرا رب کہتے ہو؟

آیت نمبر۲: کا ترجمہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے عورت کا کوئی قصد نہیں کیا، ''قصد کر لیتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتا'' لیکن چونکہ اپنے رب کی دلیل دیکھ لی، اس لئے قصد کی نوبت ہی نہیں آئی۔

آیت نمبر۳: کا ترجمہ ہے کہ پیارے حبیب تو گناہوں سے معصوم ہیں البتہ ''ان کے سبب سے ان کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخشے جائیں گے۔''

آیت نمبر۴: کا ترجمہ ہے کہ پیارے حبیب ''تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا، تو اپنی طرف راہ دی'' تم راہِ ہدایت بھولنے والے نہیں۔

تبصرہ اُویسی غفرلہ'

ان آیات میں امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ' نے قرآن کی ترجمانی کا بھی حق ادا کر دیا ہے اور عقیدۂ اسلامی یعنی عصمتِ انبیاء علیہم السلام کو بھی آنچ نہیں آنے دی۔ بخلاف دوسرے تراجم کے کہ ان میں گو ترجمہ الفاظ کے مطابق

ہوگا لیکن عقیدۂ اسلام کے تو سراسر خلاف ہے یہاں تک کہ اگر کوئی سطحی طور ان کا سادہ ترجمہ دیکھے گا تو لازماً گمراہی کا شکار ہوگا اگر غیر مُسلم پڑھے گا تو یا اس کی گمراہی میں اضافہ ہوگا ورنہ کم از کم اسلام کے محاسن کو قبائح تصور میں لائے گا اور سمجھے گا جب ان کا قرآن اللہ تعالیٰ اور انبیاء کی بے ادبی و گستاخی سکھاتا ہے تو ایسے اسلام کو دور سے سلام ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی داد دیجئے کہ آپ نے قرآن مجید کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ عصمت و شانِ رسالت کا تحفظ کیا اور اعتقادی گمراہیوں کا استیصال بھی فرمایا۔

موازنۂ تراجم

ذیل میں فقیر مزید چند آیاتِ قرآنی کے مختلف تراجم اولاً بلاتبصرہ درج کرکے پھر مختصر تبصرہ عرض کرے گا تا کہ ذکی الطبع اور کند ذہن ہر دونوں کو انصاف کا موقعہ نصیب ہو۔

شانِ اُلوہیت پر نقائص تراجم

صرف نمونہ کے طور پر ایک آیت کا موازنہ حاضر ہے۔

ویمکرون ویمکر اللہ

(پارہ ۹ سورۂ انفال)

(۱) ترجمہ: اور وہ اپنی چال چل رہے ہیں۔ اور اللہ اپنی چال چل رہا ہے۔ (مودودی)

(۲) ترجمہ: اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی داؤ کرتا ہے۔ (محمود الحسن دیوبندی)

(۳) ترجمہ: اور مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ (وحید الزمان غیر مقلد)

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ

ان تراجم میں اللہ تعالیٰ پر مکر اور داؤ اور چال چلنے جیسی قبیح صفتوں کا اطلاق کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیس وتنزیہ کے بالکل خلاف ہے جب کوئی اسلام ناآشنا ان تراجم کو پڑھے گا تو کہہ اُٹھے گا کہ کیسا خدا ہے جو مکر اور داؤ کرتا ہے اور دشمن اسلام تو ان تراجم سے پھبتیاں اڑاتا ہے جیسا کہ ستیارتھ پرکاش نے ایسی آیات چُن چُن کر اسلام کا مذاق اڑایا ہے۔ (ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ لاہور باب نمبر ۱۴)

غور فرمائے ان تراجم میں حفظِ مراتب وشان اُلوہیت سب کچھ نظر انداز کر کے کیسے عامیانہ طریقہ اور بازاری قسم کے الفاظ میں۔ اللہ جل شانہٗ کا چال چلنا۔ داؤ کرنا۔ دغا دینا۔ فریب دینا۔ ہنسی مذاق اور دل لگی کرنا بلا جھجک اور بے دھڑک لکھ دیا گیا ہے۔ طرفہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تنقیص کو پکا کرنے کے لئے عکسی حمائل شریف مترجم (مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور) میں پہلی آیت کے تحت مولوی محمود الحسن کے مذکورہ ترجمہ کے حاشیہ پر معاذ اللہ خدا تعالیٰ کے ہنسی کرنے پر مزید لکھا ہے کہ ”ہنسی اور تمسخر کا انتساب ذاتِ باری کی طرف بائبل (انجیل) میں بھی ہے۔“ ”میں تمہاری پریشانیوں پر ہنسوں گا۔“ ”اور جب تم پر دہشت غالب ہوگی تو میں ٹھٹھے ماروں گا۔“

(ولاحول ولاقوۃ الاباللہ)

ایک تو پہلے ترجمہ غلط۔ دوسرا تحریف شدہ بائبل کے بالکل بازاری وعامیانہ ترجمہ سے تائید۔ تیسرا خدا تعالیٰ کا اپنی مخلوق کی پریشانی پر ہنسنا اور ان کے دہشت زدہ ہونے پر ٹھٹھے مارنا۔ یہ کلام خداوندی کا ترجمہ ہے یا کوئی ناول نویسی وافسانہ نگاری۔

ایسی باتیں تو ایک عام متقی اور شریف آدمی کے اخلاق سے بھی بعید ہے چہ جائیکہ منزہ و مقدس ذات کی طرف انہیں منسوب کیا جائے۔

کمالِ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ)

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے لغات کی چھان بین کر کے ایسا نفیس ترجمہ فرمایا کہ ترجمہ قرآن کا حق بھی ادا کر دیا اور شان اُلوہیت پر حرف بھی نہ آنے دیا۔ کنز الایمان میں آپ نے لکھا کہ:

☆ ''اور وہ اپنا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔'' اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے لئے مکر کا معنی ''خفیہ تدبیر'' لکھا اور لسان العرب لغت کی مستند کتاب میں مکر کا معنیٰ لکھا ہے۔ ''**التدبیر الخفی**'' یعنی ''خفیہ تدبیر'' ان لوگوں نے لغات دیکھنے کے بجائے مولوی اسماعیل دہلوی کا معنی لے لیا جو اس نے ''**ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین**'' میں مکر کا معنیٰ مکر ہی کیا۔ (تقویۃ الایمان)

نبوت پر حملہ

جو برادری توحید کی علمبردار ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی تنقیص میں کسر نہیں چھوڑ رہی ان کے حملوں سے شان نبوت کیسے بچ سکتی ہے۔ ان کے تراجم میں سے صرف دو آیتیں حاضر ہیں۔

آیت نمبر ۱:

ووجدک ضالا فھدیٰ ۔o

(پارہ ۳۰ سورۃ الضحیٰ، آیت ۷)

☆ ترجمہ: اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی۔ (شاہ عبدالقادر)

☆ ترجمہ: اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دِکھائی۔ (شاہ رفیع الدین)

☆ ترجمہ: ویافت تُرا راہ گم کردہ یعنی شریعت نمی دانستی پس راہ نُمود۔ (شاہ ولی اللہ)

☆ ترجمہ: اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا۔ (عبدالماجد دریابادی دیوبندی)

☆ ترجمہ: اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دینِ اسلام کا سیدھا راستہ دکھا دیا۔ (دیوبندی ڈپٹی نذیر احمد)

☆ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو (شریعت کا) راستہ بتلا دیا۔ (اشرف علی دیوبندی تھانوی)

☆ ترجمہ: اور تم کو بھٹکا ہوا پایا اور منزل مقصود تک پہنچایا۔

(مقبول شیعہ، پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۷)

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ

آیت مذکورہ میں لفظ "**ضآلا**" استعمال ہوا ہے۔ اس کے مشہور معنی گمراہی اور بھٹکنا ہیں۔ چنانچہ بعض اہل قلم نے مخاطب پر نوکِ قلم کے بجائے خنجر پیوست کر دیا۔ یہ نہ دیکھا کہ ترجمہ میں کس کو راہ گُم کردہ، بھٹکتا، بے خبر، راہ بھولا کہا جا رہا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت باقی رہتی ہے یا نہیں۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں، یہ صاحبان تفاسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ترجمہ کرتے یا کم از کم اس آیت کا سیاق وسباق (اوّل وآخر) ہی بغور دیکھ لیتے۔ اندازِ خطاب باری تعالیٰ ہی پر نظر ڈال لیتے۔

حالانکہ **ضآلا** سے پہلے "**ماودعك ربك وماقلىٰ وللاخرة**

خیر لك من الاولیٰ۔" تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکرُوہ جانا اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے، موجود ہے اس کے بعد ہی رسولِ ذیشان کی گمراہی کا ذکر کیسے آ گیا۔ ناظرین غور کریں حضور ﷺ اگر کسی لحظہ گمراہ ہوتے تو راہ پر کون ہوتا۔ یا یُوں کہیے جو خُود گمراہ رہا ہو، بھٹکتا پھر رہا ہو، راہ بھُولا ہوا ہو، وہ ہادی کیسے ہو سکتا ہے؟

جب کہ خود قرآنِ مجید میں نفی ضلالت کی صراحت موجود ہے۔

"ماضل صاحبکم وماغویٰ۔"

(پارہ ۲۷، سورۂ نجم، آیت ۲)

یعنی تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔ جب اللہ تعالیٰ اس آیت میں حضور نبی پاک ﷺ کی بے رہروی (گمراہی) کی خود نفی فرما رہا ہے تو پھر اسے دوسرے مقام پہ کیسے ضال (گمراہ) فرمائے گا۔

لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے لفظی ترجمہ بھی وہ لیا جو تنقیصِ رسالت پر دال ہو حالانکہ ضال صرف گمراہ کے معنی میں نہیں اسکے اور معانی بھی ہیں جنہیں فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہ) آگے چل کر عرض کرے گا۔ تو پھر چن کر ہی معنیٰ کیا جو تنقیص رسالت پر دلالت کرے بھلا ان تراجم کو دیکھ کر مخالفِ اسلام کیسے اسلام قبول کرے گا۔ وہ تو کہے گا جب نبی ﷺ خود گمراہ ہے (معاذ اللہ عزوجل) تو دوسروں کو خاک راہ دکھائے گا۔

آنکہ خود گم است کرا رہبری کند

جو خود گمراہ ہے دوسرے کو کیا رہبری کرے گا

اعلیٰ حضرت کا کمال

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا پیارا ترجمہ کیا جو لغات عرب کے بھی عین مطابق ہے اور شان نبوت کے بھی نہ صرف شایان ہے بلکہ نبوت کے رفیع المنزلت پر دال ہے۔ آپ نے کنزالایمان میں ترجمہ کیا ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔''

اور ضال کے معنیٰ وارفتہ لغت میں موجود ہے۔ اس کی تفصیل آئے گی۔ (ان شاءاللہ عزوجل)

آیت نمبر ۲

''انافتحالك فتحامبينا ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتأخر۔''

(پارہ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۱)

☆ ترجمہ: ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شاہ عبدالقادر)

☆ ترجمہ: تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شاہ رفیع الدین)

☆ ترجمہ: ہر آئینہ ما حکم کردیم برائے تو بفتح ظاہر عاقبت فتح آنست کہ بیامرز ترا خدا آنچہ کہ سابق گذشت از گناہ تو وآنچہ پس ماند۔ (شاہ ولی اللہ)

☆ ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں مُعاف کر دے۔ (عبدالماجد دریابادی دیوبندی)

☆ ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ یہ حُدیبیہ کی صُلح کیا ہوئی درحقیقت ہم نے تمہاری کُھلم

کُھلا فتح کرادی تا کہ تم اس فتح کے شکریہ میں دینِ حق کی ترقی کے لئے اور زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صِلہ میں تمارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے۔

(ڈپٹی نذیر احمد دیوبندی)

☆ ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کُھلم کُھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ (اشرف تھانوی دیوبندی)

☆ ترجمہ: اے محمد ﷺ ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح وصاف تا کہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔ (فتح محمد جالندھری، یہ ترجمہ محمود الحسن کا ہے)

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ

تراجم مذکورہ پر ناظرین غور فرمائیں کہ ان میں رسالت مآب ﷺ کی کس قدر بے ادبی پائی جاتی ہے ان عام تراجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبیؑ معصوم ماضی میں بھی گنہگار تھا۔ مُستقبل میں بھی گناہ کرے گا۔ مگر فتح مبین کے صدقے میں اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ اور آئندہ گناہِ رسول معاف ہوتے رہیں گے۔

یہ فتح مبین آپ کو نہ دی گئی ہوتی تا کہ آپ کے گُناہوں پر ستاری کا پردہ پڑا رہتا۔ اس معصُوم کے تمام مخفی گناہ ترجمہ پڑھنے والوں کے سامنے آشکار ہو گئے اور معلوم ہوا کہ آئندہ بھی گناہ سرزد ہوتے رہیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان گناہوں کی معافی کی پیشگی ضمانت ہوگئی ہیں۔ مفسرین نے جو معنی بیان کئے ہیں اس کے مطابق انہوں نے ترجمہ کیوں نہیں کیا۔ ترجمہ پڑھنے والوں کی گمراہی کا کون ذمہ دار ہے؟

جب نبی معصوم گنہگار ہو تو لفظ عصمت کا اطلاق کس پر ہوگا۔؟ عصمت انبیاء

کا تصور اگر جزوِ ایمان ہے تو کیا گنہگار خطا کار نبی ہوسکتا ہے؟ اقوالِ صحابہ مفسرین کی توجیہات سے ہٹ کر ترجمہ کرنے پر کس نے آپ کو مجبور کیا۔ ایک عربی یہودی یا نصرانی یا ہمارے یہاں جنہوں نے عربی زبان پڑھی ہے وہ بھی اس قسم کا ترجمہ کر سکتے ہیں تو آپ جو کہ عالمِ دین کہلاتے ہیں تفاسیر اور حدیث وفقہ کی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ بغیر سوچے سمجھے لفظ بلفظ ترجمہ کر دیں تو آپ میں اور اُن میں کیا فرق ہوگا۔؟ افسوس تو اس بات کا ہے کہ بعض صاحبان نے اپنے خیال وگمان پر چن چن کر واضح کیا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ میں عیوب ہیں چنانچہ، ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ مطبوعہ تاج کمپنی نمبر پی ۱۴۱ کے آخر میں مضامینِ قرآن مجید کی مکمل فہرست دی گئی ہے۔ اس فہرست کے حصہ دوم باب ۵ کا عنوان (سُرخی) یہ ہے۔ ''حضور ﷺ پر جو خدا کی طرف سے عتاب ہوا یا آپ کی کسی بات پر گرفت ہوئی'' حوالے کے طور پر آیات پیش کی گئی ہیں۔ اس سے آپ اُن کی اللہ کے محبوب ﷺ کی طرف سے دِلی عداوت و بغض کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کا کمال

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ایسا نفیس ترجمہ فرمایا ہے کہ جس میں کسی قسم کی الجھن نہیں آپ کنزالایمان میں لکھتے ہیں کہ ''بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تا کہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔'' ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کا جوشِ عقیدت جناب ختمی مرتبت کے لیے اپنے کمال پر ہے۔ اُن کو بھی ترجمہ کے وقت یہ تشویش ہوئی ہوگی کہ عصمتِ رسول ﷺ پر حرف نہ آئے اور قرآن کا ترجمہ بھی صحیح ہو جائے۔ وہ عقیدت

بھری نگاہ جو آستانۂ رسول پر ہمہ وقت بچھی ہوئی ہے اُس نے دیکھا کہ "**لك**" میں "ل" سبب کے معنی میں مستعمل ہوا ہے لہٰذا جب حضور ﷺ کے سبب سے گناہ بخشے گئے تو وہ شخصیتیں اور ہوئیں جن کے گناہ بخشے گئے۔ اہلِ بصیرت کے لئے اشارہ کافی ہے۔ معنویت سے بھرپور روشن فتح کے مطابق ترجمہ فرمادیا۔ اس کی تفصیل آئے گی۔ (ان شاء اللہ عزوجل) بہرحال ان لوگوں نے تنقیصِ رسالت پر پورا زور لگایا ایک اور آیت ملاحظہ ہو:

آیت نمبر ۳

"فان یشاء اللّٰہ یختم علٰی قلبك۔"

(پارہ ۲۵، شوریٰ، آیت ۲۴)

☆ ترجمہ: پس اگر خواہد خدا مہر نہد بر دلِ تو (شاہ ولی اللہ)

☆ ترجمہ: اگر خدا چاہے تو اے محمد تمہارے دل پر مُہر لگادے۔ (فتح محمد جالندھری)

☆ ترجمہ: پس اگر چاہتا اللہ، مُہر رکھ دیتا اوپر دل تیرے کے۔ (شاہ رفیع الدین)

☆ ترجمہ: سو اگر اللہ چاہے مُہر کردے تیرے دل پر۔ (شاہ عبدالقادر)

☆ ترجمہ: تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب پر مُہر لگادے۔ (عبدالماجد دریابادی دیوبندی)

☆ ترجمہ: سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگادے۔ (سابقہ ترجمہ)

☆ ترجمہ: دل پر مُہر لگادے۔ (اشرف علی تھانوی دیوبندی)

تبصرہ اُویسی غفرلہ

تمام تراجم سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ **"ختم اللہ علی قلوبھم"** کے بعد مُہر لگانے کی کوئی جگہ تھی تو یہی تھی۔صرف ڈرا دھمکا کر چھوڑ دیا۔کس قدر بھیانک تصور ہے وہ ذاتِ اطہر کہ جس کے سر مُبارک پر اسریٰ کا تاج رکھا گیا۔آج اس سے فرمایا جارہا ہے کہ ہم چاہیں تو تمہارے دل پر مُہر لگا دیں۔

مُہر کے اقسام

مہر دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک تو وہ جو **"ختم اللہ علی قلوبھم"** میں استعمال ہوئی اور دوسری خاتم النبیین کی۔

کاش تمام مترجمین تفاسیر کی روشنی میں ترجمہ کرتے تو اُن کی نوکِ قلم سے رحمتِ عالم کا قلبِ مُبارک محفوظ رہتا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مُبارک کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور انوار کی بارش ہو رہی ہے جس دل کو ہر شے سے محفوظ کیا گیا ہے اس آیت مُبارک میں اس کی مزید توثیق (وضاحت) کردی گئی۔اسی لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یوں ترجمہ فرمایا۔!

"اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت وحفاظت کی مہر لگا دے۔" (کنز الایمان)

اعتراضات کے جوابات

سوال: "مولوی احمد رضا نے جب اپنا ترجمہ قرآن کنز الایمان کے نام سے پیش کیا تو اُس وقت بھی بہت سے اردو ترجمے موجود تھے ان حالات میں ایک نئے اردو

ترجمہ کی کیا ضرورت تھی۔"(جمیل نذیری، رضا خانی ترجمہ وتفسیر پر ایک نظر صفحہ ۱۱۹)

جواب: یہ سوال محض معاندانہ وجاہلانہ روش پر مبنی ہے۔اس کا اندازہ لگانے کے لئے ملاحظہ ہو دیوبندیوں کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں "بندہ کے احباب میں اول مولوی عاشق الٰہی سلمہ ساکن میرٹھ نے ترجمہ کیا اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب نے ترجمہ کیا، احقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے جو جملہ خرابیوں سے پاک وصاف اور عمدہ ترجمے ہیں۔"

اب مذکورہ بالا عبارت پر معترض کے انداز میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب مولوی عاشق الٰہی کا ترجمہ پہلے سے موجود تھا تو مولوی اشرف علی تھانوی نے کون سی کمی محسوس کی کہ ایک دوسرے ترجمہ کی ضرورت پڑی۔مولوی عاشق الٰہی نے ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء میں ترجمہ پیش کیا اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں ترجمہ پیش کیا۔یہیں سے بس نہیں بعد میں چل کر حضرت شیخ الہند نے بھی تھانوی صاحب کے ترجمے کے چار سال بعد ترجمہ کرنا شروع کیا جس کی ابتداء ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء سے ہوتی ہے اور تکمیل ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء میں۔

گویا کہ دس سال کی جہد مسلسل کے بعد یہ ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔مزید چند ترجموں کی ایک مختصر سی فہرست پیش خدمت ہے جو مذکورہ تینوں ترجموں کے بعد وجود میں آئے۔

مولوی احمد حسین ندوی کا ترجمہ ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء میں لکھا گیا...... مولوی عبدالماجد دریابادی کا ترجمہ ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۴ء میں لکھا گیا......اور مولوی احمد سعید دہلوی کا ترجمہ ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء میں لکھا گیا......اس کے بعد بھی بعض علماء دیوبند نے مزید ترجمے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے متعدد تراجم پیش کئے۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے ترجمہ کی ضرورت

سب کو معلوم ہے کہ شاہ عبدالقادر و شاہ رفیع الدین کے تراجم میں پرانی اردو کے علاوہ وہابیت گھسیڑی گئی اور بعض مقامات اسلامی رُوح کے منافی تھے کیونکہ یہ ترجمے دراصل وہابیوں نے کیے اور نام ان دونوں بزرگوں کا ظاہر کیا اس کی تحقیق فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) کی تصنیف ''مسلک شاہ ولی اللہ'' میں پڑھیے۔

ان ترجموں کے بعد ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ قرآن مجید شائع ہوا۔ لیکن انہوں نے ترجمہ میں جابجا محاورات گھسیٹ کر قرآنِ حکیم کے مطالب کو ہی گم کردیا اور اکثر مقامات پر اپنے نیچری خیالات کو بھی داخل کردیا۔ اس کے بعد دیوبندیوں اور وہابیوں کے تراجم منظرِ عام پر آئے تو وہ بھی وہابیت کے ترجمان بن بیٹھے بلکہ بعض مقامات پر ایسی ٹھوکریں کھائیں کہ قاری یقین کرلیتا ہے کہ یہ صاحبان غیر شعوری میں ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں کچھ نمونے پہلے عرض کردیئے ہیں۔

''فظن ان لن نقدر علیه ۔'' (پارہ ۱۷، سورۂ انبیاء، آیت ۸۷)

ترجمہ: ''پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔'' (**مولوی محمود الحسن دیوبندی**)

اس آیت میں محمود الحسن صاحب نے ''نہ پکڑ سکیں گے اس کو'' کے جو الفاظ لکھ دیئے ہیں ان سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ غالباً یونس علیہ السلام کا خیال تھا کہ خدا کی ذات ان پر قابو نہ پاسکے گی، ان جیسے جلیل القدر پیغمبر علیہ السلام کے متعلق تو کجا کسی عام مسلمان کے متعلق بھی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے مقابلہ میں خدا کی گرفت

کو عاجز اور درماندہ خیال کرے ایسا عقیدہ تو کفر ہے۔ امام احمد رضا خان محدّث بریلوی قدس سرہٗ نے ایسا ترجمہ کیا جو لغت کے عین مطابق ہے اور یونس علیہ السلام کے بارے میں بھی غلط تصور نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ آپ نے لکھا، ''تو گمان کیا (یونس علیہ السلام) نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔'' (کنزالایمان)

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ

اعلیٰ حضرت نے لکھا ''ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔'' کتنے حسین الفاظ میں حقیقی مفہوم ادا کیا ہے۔ ایک محبّ اپنی محبت کے زعم میں یقیناً یہ خیال کرسکتا ہے کہ محبوب ازل اسے کسی تنگی میں مبتلا نہیں کرے گا دراصل نقدر رکا مادہ قدر ہے بمعنیٰ تقدیر اور بمعنی تنگی۔ ترجمہ کرتے وقت مترجم اپنے عقیدے پر ترجمہ کرتا ہے اعلیٰ حضرت کو انبیاء علیہ السلام کی عقیدت نے مجبور کیا انہوں نے قدر بمعنی تنگی کیا اور اس معنی کی تائید لغات کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**یبسط الرزق لمن یشآء من عبادہ ویقدر**۔'' (القصص،۸۲)

ترجمہ: ''اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے۔'' قدر بمعنی تنگی نہ صرف اسی آیت میں ہے بلکہ متعدد آیات میں ہے قرآن مجید کی ایک اور آیت میں ہے۔ ''**ومن قدر علیہ رزقہ**۔'' یعنی جس شخص پر رزق تنگ کردیا گیا۔ اس آیت میں قدر بمعنی تنگی ہے اسی طرح ایک اور آیت ''**واما اذا ما ابتلہ فقدر علیہ رزقہ**'' ترجمہ ''کسی شخص کو جب اللہ تعالیٰ نے تنگی رزق میں مبتلا کیا۔ اس آیت میں بھی قدر بمعنی تنگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت

یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں رکھ کر اس قدر شدید تنگی میں مبتلا کیا کہ کسی اور شخص کو ایسی شدید تنگی میں مبتلا نہ کیا تھا۔ اور اسی طرح ان کا غصہ ٹھنڈا کر دیا اور زجاج نے یہ کہا کہ اس آیت میں قدر بمعنی قضاوقدر اور تقدیر کے ہے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں (بلا اجازت جانے پر) ان کے لئے مچھلی کے پیٹ میں رکھنے کی جو تنگی مقدر فرمائی ہے اس کو ٹال دے گا اور انہوں نے کہا کہ قدر بمعنی تقدیر کے بھی آتا ہے اور اسی طرح تفسیر میں بھی آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ دونوں معنی لغت میں مشہور ہیں قدر بمعنی تقدیر بھی اور قدر بمعنی تنگی بھی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس آیت سے کیا مراد ہے لیکن جس شخص نے اس آیت میں قدر کو قدرت سے ماخوذ مان کر کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پکڑ نہ سکے گا۔ تو یہ ناجائز ہے اور اس معنی کا گمان کرنا کفر ہے۔ کیونکہ اللہ کی قدرت میں ظن کرنا شک کرنا ہے اور اس کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کے گمان سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے۔

اور اس آیت کا یہ معنی وہی شخص کر سکتا ہے جو لغتِ عرب اور اس کے محاورات سے جاہل ہو۔ مذکورہ بالا بیان (لسان العرب جلد ۵، صفحہ ۷۷) کی تلخیص ہے تا کہ غیر جانبدارانہ طور پر سمجھا جا سکے کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں کتنی نفاست ہے اور دوسروں کے تراجم کتنے گندے عقائد کی غلاظت سے بھرے ہیں۔

اندریں حالات ملت اسلامیہ کے لئے قرآن مجید کے ایک صحیح، سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کی اشد ضرورت تھی۔ آخر اس ضرورت کو احسن طور پر پورا کرنے کی

سعادت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمٰن کو نصیب ہوئی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں قرآن مجید کا ایسا شاندار ترجمہ پیش کیا جس کے لئے کہا جاسکتا ہے، ہست قرآن درزبان اردوی۔

اس طویل تقریر سے مخالف کو نہ صرف سوال کا جواب ملا بلکہ اگر مخالفین تعصب کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر دیکھیں تو یقیناً کہہ سکیں گے کہ اعلیٰ حضرت کو قرآن مجید کا ترجمہ اردو لکھنا ضروری تھا۔

سوال: مولوی احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ترجمہ کے ابتداء میں لفظ اللہ لا کر کونسی خوبصورتی پیدا کر دی فعل مقدر کو شروع میں ظاہر کیا جائے یا بعد میں دونوں صورتوں میں ترجمہ کے اندر کوئی فرق لازم نہیں آتا۔ یہ مخالفین کا عام اعتراض ہے اسے کنز الایمان کے خلاف لکھی جانے والی تقریباً ہر کتاب میں دہرایا گیا ہے۔

جواب: اس سوال کا جواب حضرت علامہ قاری رضاء المصطفیٰ صاحب مدظلہ کراچی نے لکھا فقیر کو خوب لگتا ہے علمی جواب ہے، آپ فرماتے ہیں کہ:

"حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلے وحی نازل ہوئی اس کے الفاظ "**اقراء باسم ربك الذی خلق**" میں معبود کائنات اپنے محبوبِ کامل کو سب سے پہلا سبق دے رہا ہے۔ اور (**باسم ربك اقراء**) نہیں فرماتا بلکہ **اقراء باسم ربك** فرماتا ہے اس عبارت کا حاصل یہ ہے اگر اسم جلالت کو مقدم کرنے میں کوئی خوبی ہوتی تو رب کائنات **اقراء باسم ربك** نہ فرماتا بلکہ **باسم ربك اقراء** فرماتا یعنی اسم جلالت کو مقدم کرتا تو یہ پتہ چلا کہ اسم جلالت کو شروع میں لایا جائے یا بعد میں بات برابر ہے۔

اس سلسلے میں اپنی طرف سے کوئی صفائی نہیں پیش کرنی ہے ہاں چند معتبر کتابوں کے حوالے پیش کرنے کی جرأت کروں گا جس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ حقیقتاً ترجمہ کس طور کا ہونا چاہیے۔

علامہ قاضی بیضاوی تفسیر بیضاوی میں رقم طراز ہیں:

"الباء متعلقة بمحذوف يقديره بسم الله اقرأ ...... تقديم المعمول هنهااوقع كمافي قوله تعالىٰ بسم الله مجريها۔"

(تفسیر بیضاوی، صفحہ ۳ تا ۴)

"بائے بسم اللہ ایک محذوف سے متعلق ہے جس کی تقدیری عبارت بسم اللہ اقرأ ہوگی ......اور اس مقام پر معمول کا مقدم کرنا ہی زیادہ مستعمل ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "**بسم الله مجريها**۔"

تلخیص المفتاح میں بحث احوال متعلقات الفعل کے تحت مرقوم ہے:۔

"ويفيدفى الجميع وراء التخصيص اهتماما بالمقدم ولهذا يقدرفى بسم اللّٰه مؤخراو اوردا قرأباسم ربك واجيب بان الاهم فيه القراءة"۔

(تلخیص المتاح، صفحہ ۲۵)

اور اس شئی کی تقدیم جس کا حق مؤخر ہونا ہے تمام میں تخصیص کے علاوہ مقدم کے اہتمام کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی وجہ سے بسم اللہ میں عامل مقدر کو مؤخر کیا جاتا ہے۔ (تاکہ اختصاص اور اہتمام کا فائدہ دے۔)

اس آیت میں "**اقرأباسم ربك**" کو لے کر اعتراض کیا گیا کہ

اگر تقدیم سے اہتمام کا فائدہ حاصل ہوتا تو "**باسم ربك اقرأ**" کہنا چاہئے تھا یعنی فعل کو مؤخر کرنا اور جار مجرور کو مقدم لانا چاہیے تھا۔ تو جواب دیا گیا کہ اس میں قرأت اہم ہے۔ اسی لئے اس کو مقدم کیا گیا اور بسم اللہ سے تبرک مقصود ہے، اس لئے یہاں مقدر کو مؤخر مانا گیا۔

صاحب مختصر المعانی نے کشاف کے حوالے سے لکھا ہے:

"حقیقتاً اللہ کا ذکر اہم ہے، لیکن اس خاص موقع پر قرأت ہی اہم ہے، اس لئے کہ یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور قرآن مجید کی قرأت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اسم جلالت (اللہ) کا مقدم ہونا بطور اہتمام ذاتی ہے۔ اور تقدیم قرأت بطور اہتمام عارضی۔"

اور فن بلاغت کی رو سے بوجہ اقتضائے مقام اہتمام عارضی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس لئے اس آیت میں "**اقراء**" کو مقدم کیا گیا۔ "**اقراء باسم ربك**" میں اہتمام عارضی کو لے کر اہتمام ذاتی پر اعتراض کرنا جو "**بسم اللہ الرحمن الرحیم**" میں ہے نری جہالت ہے اور گھناؤنا تعصب۔

"**ھدایۃالنحو**" کی شرح "**درایۃ النحو**" میں بھی ہے کہ فعل محذوف کو آخر میں ظاہر کیا جائے گا نہ کہ شروع میں جیسے "**بسم اللہ ارتحل، بسم اللہ اسافر**" وغیرہ۔ اس لیے کہ ہر شئے جس کا حق مؤخر ہونا ہے اگر اسے مقدم کر دیا جائے تو اختصاص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسے "**ایاك نعبدوایاك نستعین**" اور "**اقراء باسم ربك**" میں اسمِ جلالت (اللہ) کو مقدم نہیں کیا گیا اس لیے یہاں قرأت کا حکم ہے جو تبلیغ رسالت کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں جب ہم امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ' کا ترجمہ دیکھتے ہیں تو اصول نحو اور فن بلاغت کے عین مطابق نظر آتا ہے۔ لیجئے اس ترجمہ کو ایک مرتبہ پھر پڑھئے اور لذت حاصل کیجئے۔

''اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا''

سوال: خان صاحب نے ترجمہ کیا ''نہایت مہربان رحم والا'' نہایت مہربان رحمٰن کا ترجمہ ہے جبکہ رحم والا رحیم کا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ترجمہ راحم کا ہے کیوں کہ رحیم کا لفظ متقاضی تھا کہ اس کے اندر کچھ نہ کچھ معنی کی زیادتی ہوتی جو کہ مترجمین کے تراجم میں موجود ہے مگر خان صاحب نے اس طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے۔

(مجرم کون، ص ۳۴)

جواب: اردو سے تھوڑا سا بھی شغف رکھنے والا انسان اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جس طرح ''نہایت'' کا تعلق مہربان سے ہے اسی طرح ''رحم والا'' سے بھی ہے، گویا کہ اس کی تقدیری عبارت یوں ہوگی۔ نہایت مہربان، نہایت رحم والا، اور حقیقتاً اسی ترجمہ میں زیادہ خوبصورتی اور جامعیت ہے کہ عربی کا ایک مقولہ ہے **''خیر الکلام ماقل ودل''** بہتر کلام وہی ہے جو کم عبارت میں ہوتے ہوئے بھی مفہومِ اصلی کو خوب واضح کرتا ہو۔ مثلاً اردو میں کہتے ہیں بڑی خوشی و مسرت کا موقع ہے، فلاں بڑے زبردست عالم فاضل ہیں۔ اب کوئی اتنی بھی اردو نہ جانے اور اعتراض کرنے چلے امام علم وفن کے ترجمہ قرآن پر تو اسے خود اپنی ہی عقل و بساط علم پر ماتم کرنا چاہیے اور جو حضرات محض معاندانہ روش اپنائے ہوئے ایسے بھونڈے اعتراضات کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ان کو بھی ذرا تعصب کی عینک ہٹا کر حقیقت

کو صاف وشفاف دن کے اجالے میں دیکھ لینا چاہئے۔

تھانوی صاحب کے ترجمہ میں لفظ ''ہیں'' پر کلام ہوا کہ یہ لفظ ''ہیں'' کس لفظ کا ترجمہ ہے تو جواباً ایک چھوٹی سی مثال لکھ کر یوں سمجھاتے ہیں۔مثال یہ ہے۔

''اللہ واحد''۔

کیونکہ اللہ ایک ہے ان کے قواعد کی رو سے درست نہیں کہ اللہ کا ترجمہ اللہ اور واحد کا معنی ایک، یہ ''ہے'' کہاں سے بن بلایا مہمان بن گیا۔موصوف اگر مبتداء اور خبر کے رابطے کے وجود سے لاعلم ہیں تو ہمیں بڑی حیرت ہے، دوسری بات یہ کہ خان صاحب نے بھی ترجمہ میں ''جو'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے، تو وہ اپنے ہی انداز میں سوال کی اجازت دیں کہ ''جو'' کس لفظ کا ترجمہ ہے۔''

(مجرم کون، ص ۳۶)

بڑی حیرت کی بات ہے کہ کہاں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' میں نسبت ناقصہ اور معترض کی پیش کردہ مثال ''اللہ واحد'' میں نسبت تامہ، کو مثال میں پیش کرنا عجیب تر ہے...... یہ صرف اردو خواں طبقہ کو دھوکا دینا ہے احقاقِ حق مقصود نہیں ...... اللہ واحد میں ہم رابطہ کو تسلیم کرتے ہیں۔لیکن موصوف برائے کرم اس کی بھی نشاندہی کریں کہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' میں کون سا رابطہ ہے جس کی بنیاد پر ''ہیں'' کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

اب اس کا بھی جواب سنتے چلئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ''جو'' کا ترجمہ کہاں سے کیا۔تو جناب ہی بتائیں کہ تھانوی صاحب نے ''جو'' کا ترجمہ کہاں سے کیا۔فما ھو جوابک ھو جوابنا۔اور شاید یہ آپ کو نہیں معلوم کہ الف لام

مشتقات میں ''الذی'' کا معنی دیتا ہے پھر اعتراض چہ معنی دارد، کیا یہ نرا تعصب نہیں؟

مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی محمود الحسن دیوبندی ان دونوں حضرات نے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان رحم والے ہیں۔''

(اشرف علی تھانوی)

''شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

(محمود الحسن دیوبندی)

ان دونوں ترجموں میں ''ہیں اور ہے'' مذکور ہے۔ جب کہ عربی کے ابتدائی درجے کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ موصوف اور صفت کے ترجمے میں لفظ ''ہیں'' یا ''ہے'' ذکر کرنا غلط ہے، کیونکہ ''ہیں یا ہے'' نسبت تامہ کا ترجمہ ہے موصوف صفت میں نسبت تامہ نہیں ہوتی بلکہ ناقصہ ہوتی ہے، اور یہ دونوں لفظ نسبت ناقصہ کا ترجمہ ہرگز نہیں ہو سکتے...... اس لئے یہ ترجمے اسلوب قرآنی اور قواعد عربی کے بالکل خلاف ہیں۔

سوال: احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ہندوستان کے مفتی جمیل نذیری دیوبندی نے لکھا:

(۱)''ولئن اتیت الذین اوتوالکتاب بکل آیة ماتبعوا قبلتك وماانت بتابع قبلتهم ومابعضهم بتابع قبلة بعض ولئن اتبعت اهواء هم من بعدماجاء ك من العلم انك اذالمن الظلمین''۔

(سورۃ بقرہ پارہ ۲ آیت ۱۴۵ رکوع ۱)

ترجمہ: ''اور اگر ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آؤ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستمگار ہوگا۔

(کنزالایمان)

مذکورہ ترجمہ پر معترض نے یہ اظہار خیال کیا۔ اس ترجمہ میں خان صاحب نے بریکٹ میں ''اے سننے والے کسے باشد'' کا اضافہ کر کے اس خطاب کو ختم کر دیا جو ماسبق سے چلا آ رہا ہے جب کہ تمام اردو و عربی مفسرین اسی ماسبق کے خطاب کی رعایت کی ہے، آیت کا سیاق وسباق اسی پر دلالت کر رہا ہے کہ پوری آیت میں خطاب حضور سے ہے تو اسی آیت کے آخری ٹکڑے میں خطاب بدل کیسے جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ بریلوی اعلیٰ حضرت نے اپنی روایتی فریب کاری اور چالبازی کا ہاتھ یہاں دِکھا دیا، جو خطاب کسی بھی عربی اردو مفسر و مترجم کے خواب وخیال میں بھی نہیں (اور آیت کے سیاق وسباق کو دیکھتے ہوئے اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا) خان صاحب نے پوری آیت سے آنکھ بند کر کے اپنے ہاتھ سے وہ خطاب لکھ مارا۔

جواب: پیشوایان دیوبند کی دو اہم معتبر شخصیات کے ترجمے پیش کئے جا رہے ہیں، جس سے اندازہ ہوگا کہ ''اے سننے والے کسے باشد'' یا اس قسم کے دوسرے جملے کا اضافہ نہ کرنے کی وجہ سے ترجمہ کس قدر عصمت سوز اور قرآنی مفہوم کی ادائیگی سے بعید تر ہو گیا ہے۔ پیش ہے تھانوی صاحب کا ترجمہ:

''اور اگر آپ (ان) اہل کتاب کے سامنے تمام (دنیا بھر کی) دلیلیں پیش

کردیں جب بھی یہ (کبھی) آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور آپ بھی ان کے قبلہ کو قبول نہیں کرسکتے (پھر موافقت کی کیا صورت) اوران کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا اور اگر آپ ان کے (ان) نفسانی خیالات کو اختیار کرلیں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (وحی) آئے پیچھے تو یقیناً آپ (نعوذ باللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔ (تھانوی)

اوران کے شیخ الہند یہ ترجمہ کرتے ہیں۔:

''اور اگر تو لائے اہل کتاب کے پاس ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو اور نہ تو مانے ان کا قبلہ اور نہ ان میں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ اور اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو بے شک تو بھی ہوا بے انصافوں میں۔

(محمود الحسن دیوبندی)

مذکورہ بالا دونوں ترجموں میں تنقیصِ رسالت ظاہر ہوتی ہے، جب کہ قرآن مقدس کی کسی بھی آیت میں تنقیصِ رسالت کا شائبہ تک نہیں، قرآن مجید تو مکمل طور پر سرور دو جہاں ﷺ کی نعت اور توصیف ہے۔

رسول کریم ﷺ کی مرضی اور خواہش پر بیت المقدس کے بجائے کعبہ معظّمہ کو قبلہ بنایا گیا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خود رسول ﷺ ہی اس قبلہ سے انحراف کریں جب کہ کعبہ کا قبلہ بنایا جانا ہی آپ کو پسند تھا۔ جیسا کہ قرآن مقدس میں اسی آیت سے پہلے مذکور ہے۔

''قد نریٰ تقلب وجھك فی السماء فلنولینك قبله ترضٰھا فول وجھك شطر المسجد الحرام، وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ''۔

(پارہ۲، ع۱، سورۃ البقرہ)

ترجمہ: ''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔''

(کنزالایمان)

تقریب فہم کے لئے تحویل قبلہ کا پس منظر پیش خدمت ہے۔

سرکار دو جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں قیام فرما رہے کعبۃ اللہ کی طرف (جسے حضرت ابرہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے مقدس ہاتھوں سے تعمیر کیا) منہ کرکے نماز ادا کرتے رہے۔ آپ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے لگے۔ یہ سلسلہ تقریباً سولہ سترہ ماہ جاری رہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے مدینہ کے یہودی بہت خوش تھے اور کہتے کہ اگرچہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارا دین قبول نہیں کیا۔ مگر ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے نمازیں تو ادا کرتے ہیں۔ بعض یہ کہتے کہ ہمارا قبلہ بیت المقدس ہی اصل قبلہ ہے اسی لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے رفقاء نے اپنا قبلہ چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھنا شروع کر دی ہیں۔ ان کی یہ بکواس اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گراں گزری اور صحابہ نے بھی اسے ناپسند کیا۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق کعبہ شریف کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دے دیا اس کے بعد سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کے بجائے کعبہ شریف کی طرف چہرہ کرکے

نماز پڑھنی شروع کردی اور صحابہ کرام نے بھی آپ کی پیروی کی تو منافقوں اور یہودیوں کو بڑا قلق ہوا اور ادھر اُدھر کی لایعنی باتیں کرنے لگے۔ تو رب کریم نے ارشاد فرمایا اے محبوب آپ ان بیوقوفوں کی باتوں پر نہ جائیں ان عقل کے اندھوں سے فرمادیں کہ اللہ ہی کا مشرق و مغرب ہے اسی کے حکم سے کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تمہیں اعتراض کا کیا حق۔

ذیل میں علماء اعلام اور معتبر مفسرین کی تحریرات پیش کی جارہی ہیں ان حوالہ جات سے واضح ہوجائے گا کہ کونسا ترجمہ تفاسیر کی روشنی میں ہے اور مفسرین کے نزدیک معتبر کیا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ **"ولئن اتبعت اھواء ھم......**

تا...... انك اذالمن الظالمین"۔ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

"ان ظاھر الخطاب وان کان مع الرسول الاان المرادمنه غیرہ"۔

ترجمہ: ظاہر خطاب اگر چہ رسول کیساتھ ہے لیکن اس سے مراد رسول کے علاوہ یعنی امتی ہیں۔

صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں۔:

"ھذا خطاب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد به الامة لانه صلی اللہ علیہ وسلم لایتبع اھواء ھم ابدا"۔

ترجمہ: یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور مراد امتی ہیں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں اور منافقوں کی کبھی بھی پیروی نہیں کرسکتے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔:

"فھو محمول علی ارادۃ امتہ النبی ﷺ وخوطب علیہ السلام تعظیما الامر"۔

ترجمہ: اس خطاب سے مراد امتی ہیں اس لیے کہ نبی ﷺ معصوم ہیں اور رسول ﷺ سے خطاب تعظیم امر کے طور پر ہے۔

قاضی ثناء اللہ عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"والمقصود من الایۃ نھی الامۃ وتھدید ھم عن اتباع الاھواء علی خلاف العلم الذی جاہ من اللہ تعالیٰ بابلغ الوجوہ"۔

ترجمہ: آیت سے مقصود امت کو خواہشات کی اتباع سے ڈرانا اور دھمکانا ہے اس علم کے خلاف جو اللہ کی جانب سے بطریق احسن ثابت ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسر ابن کثیر نے بھی یہی فرمایا کہ اس آیت میں نبی ﷺ کو خطاب کر کے دراصل علماء کو دھمکایا گیا کہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد کسی کے پیچھے لگ جانا اور اپنی یا دوسروں کی خواہش پرستی کرنا یہ صریح ظلم ہے۔

علامہ عبداللہ بن احمد محمود النسفی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

"وقیل الخطاب فی الظاھر للنبی علیہ السلام والمراد امۃ"۔

ترجمہ: ظاہر میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور مراد ان کی امت ہے۔

معترض موصوف یہ نہیں سمجھ سکے کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز پر اعتراض کرنا اصل میں مستند علماء کرام اور مفسرین عظام پر اعتراض کرنا ہے ان کے ترجمہ پر کیچڑ اچھالنا حقیقت میں معتبر مفسرین کی تفسیروں کو غیر معتبر ماننا ہے اس لئے کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے انہیں حضرات کی تفاسیر کی روشنی میں ترجمہ کیا ہے جیسا کہ حوالہ جات

سے ظاہر ہے۔اگر آپ ''اے سننے والے کسے باشد'' کا اضافہ نہ کرتے تو ترجمہ شان رسالت کے منافی ہوتا اور قرآن مجید کے اندر معنوی تحریف ہوتی۔

معترض کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کریم میں بہت سی آیتیں ایسی ہیں کہ شروع میں خطاب نبی کریم علیہ وسلم صلی اللہ سے ہے اور آخر میں امتی سے۔اگر موصوف قرآن کریم کی تلاوت کریں اور تفسیر جلالین اور تفسیر مدارک ہی کو کم سے کم سامنے رکھیں جن میں اس کی صراحت ہوتی ہے۔تو اس قسم کی لایعنی باتیں نہ کریں۔

ذیل میں قرآن کریم کی ایک دوسری آیت پیش کررہا ہوں۔جس میں مخاطب پہلے نبی کریم علیہ وسلم صلی اللہ ہیں پھر درمیان آیت سے خطاب بدل کر امتیوں سے ہوگیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تھانوی صاحب کا ترجمہ بھی پیش ہے جس میں اس خطاب کی رعایت موجود ہے۔

''ولقداوحی الیك والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخاسرین''۔

(پارہ ۲۴،سورۃ الزمر،آیت ٦٥)

ترجمہ:اور آپ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپ سے پہلے ہوگزرے ہیں ان کی طرف بھی یہ(بات)وحی میں بھیجی جاچکی ہے کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام(سب)غارت ہوجائے گا اور خسارے میں پڑے گا(تو اے مخاطب کبھی شرک مت کرنا)اشرف تھانوی

''**لقداوحی**'' سے ''**من قبلك**'' تک خطاب نبی آخرالزمان علیہ وسلم صلی اللہ سے ہے۔اور ''**لئن اشرکت**'' سے ''**من الخاسرین**'' تک رسول

ﷺ کی امت سے ہے اور تھانوی صاحب کے ترجمہ میں بھی اس کی رعایت ملحوظ ہے۔اب جناب معترض تھانوی صاحب سے پوچھیں کہ حضور! یہاں خطاب تو صرف رسول ﷺ سے ہے یہ درمیان آیت میں خطاب بدل کیسے گیا، صحیح ہے جب تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ لی جاتی ہے تو یہی ہوتا ہے کہ سامنے کی چیز بھی نظر نہیں آتی، اور صاف صریح مفہوم میں بھی کیڑے نظر آنے لگتے ہیں۔

اب معترض صاحب ہی کی زبان میں یہ کہنا روا ہوگا کہ دیوبندی حکیم الامت نے اپنی روایتی فریب کاری اور چالبازی کا ہاتھ یہاں دکھادیا جو خطاب کسی بھی عربی، اردو مفسر و مترجم کے خواب وخیال میں نہیں، حکیم صاحب نے پوری آیت سے آنکھ بند کر کے اپنے ہاتھ سے وہ خطاب لکھ مارا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ تھانوی صاحب نے ترجمہ غلط کیا ہے۔یہاں ہمیں صرف اتنی سے بات پیش کرنی ہے کہ جب امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ ''اے سننے والے کسے باشد'' سے فساد پیدا ہوتا ہے اور خطاب کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے تو تھانوی صاحب کے ترجمہ میں ''اے عام مخاطب'' سے قرآن کے معانی میں کیوں نہیں فساد لازم آتا اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ معترض کی دورخی پالیسی اور ہزار تعصب ہے۔

سوال:لستَ علیهم بمصیطر ترجمہ: ''تم کچھ ان پر کڑوڑا نہیں''۔

(پارہ ۳۰،سورۃ الغاشیہ، کنز الایمان)

اپنے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی اردودانی کا گلا پھاڑ پھاڑ کر اعلان کرنے والے رضا خانی علماء بتائیں کہ آخر یہ کڑوڑا کون سی اردو ہے؟

جواب: جب امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اپنا ترجمہ ''کنزالایمان فی

ترجمۃ القرآن'' پیش کیا تو اس وقت بریلی اور قرب وجوار کے علاقوں پر روہیل کھنڈ کی ٹکسالی زبان کا تسلط تھا۔ گویا وہاں کے باشندے خود اہل زبان تھے اور اہل زبان کے پوری طرح پیرو ہوتے ہیں بلکہ اپنی زبان کی اقتداء کرنا واجب تصور کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کا ترجمہ روہیل کھنڈ کی ٹکسالی زبان میں کیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں لفظ ''**مصیطر**'' کا ترجمہ ''کڑوڑا'' کیا گیا ہے اور تمام عربی مفسرین نے ''**مصیطر**'' کی تفسیر ''مسلط'' کی ہے جیسا کہ تفسیر خازن، تفسیر مدارک، تفسیر حسینی، اور تفسیر ابن عباس میں ہے۔ اب مصیطر اور مسلط کے متعلق اہل لغات کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں۔

''**مصیطر**''} جم کر کھڑا ہو جانے والا، مسلط، داروغہ

مسلط} (ضم میم وفتح سین وتشدید لام مکسور) برگمارندہ کسی راہ بر وکسی مجازاً بمعنی غالب، زور آور۔ (بفتح لام) شخصے کہ اوراہر کسی گماشتہ باشند مجازاً بمعنی مغلوب۔

مسلط} غالب، فاتح، کسی کو کسی پر مقرر کرنے والا۔

(فرہنگ عامرہ ص ۴۸۰، از محمد عبداللہ خاں خویشگی مکتبہ اشاعت اردو دہلی)

کڑوڑا سے متعلق بھی اہل لغات کی رائے گرامی ملاحظہ فرمائیں۔

کڑوڑا} (بفتح اول) کسی شخص کا کسی عامل وغیرہ پر تعینات ہونا اور اس کے کام کا نگراں رہنا۔ مصطیر اور مسلط عربی۔

کڑوڑا} حاکم اعلیٰ وہ حاکم جو اور افسروں پر افسر ہو افسروں کا افسر، حاکموں کا حاکم۔

کڑوڑا} وہ شخص جو اور حاکموں پر حاکم ہو۔

کڑوڑا} وہ شخص جو عاملوں اور محصلوں پر خیانت کی نگرانی کے واسطے کوئی حاکم مقرر کرے، افسروں کا افسر، حاکموں کا حاکم، بڑا عہدہ دار جس کے ماتحت اور عہدے دار بھی ہوں۔

کڑوڑوں کیوں نہ بیٹھیں بلک دل میں رنج کے تھانے
کہ درعشق ہے یاں سائرودائر کڑوڑا سا (جرأت)

(فرہنگ آصفیہ، جلد۲، صفحہ۱۵۹۳)

اختصار مدنظر ہے

جی تو چاہتا ہے کہ ترجمہ قرآن یعنی کنزالایمان پر ہر اعتراض کو تفصیل سے لکھوں لیکن اختصار پیش نظر ہے اسی لئے صرف مشہور دو آیتوں کے اعتراضات کے جوابات حاضر ہیں۔

آیت نمبر (۱) ووجدك ضالا فهدىٰ۔

آیت نمبر (۲) ليغفر لك الله ما تقدم وما تاخر۔

تراجم آیت نمبر ۱: **ووجدك ضالا فهدىٰ**۔ (پارہ ۳۰، رکوع ۱۸)

''اور تمہیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی''۔ (مودودی)

''اور پایا تجھ کو بھٹکتا۔ پھر راہ سُجھائی''۔ (محمود الحسن)

''پہلے آپ دینِ حق سے بے خبر تھے''۔ (حاشیہ مطبوعہ غلام علی)

''اور تمہیں گم کردہ راہ پایا تو تمہیں ہدایت کی''۔ (مرزا حیرت غیر مقلد)

''اور اس نے تجھ کو بھولا بھٹکا پایا پھر راہ پر لگایا''۔ (وحید الزمان غیر مقلد)

صرف نمونے کے طور پر چند تراجم لکھے گئے باقی تراجم بھی ان سے مختلف نہیں ان تراجم سے ہٹ کر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے لکھا کہ

''تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''۔ (کنز الایمان)

ظاہر ہے سابق تراجم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے اور امام احمد رضا کا ترجمہ ادب ہی ادب ہے۔ چاہئے تو تھا کہ پُر ادب ترجمہ کی تحسین کی جاتی لیکن اس کے برعکس گستاخانِ نبوت نے کنز الایمان پر کیچڑ اچھالا۔ ان میں سے ایک گستاخ کی تحریر ملاحظہ ہو ایک گستاخ نے اخبار میں مضمون ذیل شائع کرایا کہ:

(۱) عقیدۂ عصمت انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں ایک بحث چل رہی ہے کہ قرآنی لفظ ''ضلال'' اور لفظ ''ذنب'' کا ترجمہ کس مترجم کا صحیح ہے۔ ایک مفسر نے دو دو سالہ تراجم کو ایک طرف کر کے اپنا جدید ترجمہ لکھتے ہوئے ضالاً کا ترجمہ لکھا:

''اور تمہیں محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''۔

(ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی)

ایک فاضل مضمون نگار نے ضالاً کے ترجمہ ''اپنی محبت میں خود رفتہ پایا'' کو صحیح قرار دینے کے ساتھ ساتھ دوسرے تراجم جو دو دو سال پرانے اور سو سو سال قدیمی ہیں پر تنقیدی نشتر چلائے ہیں۔

(۲) ترجمہ قرآن مجید کرتے ہوئے دیانت داری یہ ہونی چاہئے کہ اس میں لفظی ترجمہ ایسا ہو کہ اس ترجمہ کی جب دوبارہ عربی بنائی جائے تو اس میں کسی لفظ کی کمی بیشی نہ ہو لیکن مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ ترجمہ نہیں بلکہ تفسیر بالرائے کی ہے اور لفظ ترجمہ کا دے دیا جو کہ فاضل مضمون نگار ترجمہ سمجھتے ہوئے اس کے خلاف

ترجموں کو دل سوز قرار دے رہے ہیں شاید ایسے ہی موقع پر کسی نے کہا تھا۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

(۳) جمہورِ اہلِ سنت کے نزدیک قرآن مجید کے کسی لفظ کی تفسیر بالرائے جائز نہیں لیکن یہاں تفسیر و ترجمہ ایسا کیا گیا ہے کہ جب اس کی عربی بنائی جائے تو عربی الفاظ کچھ کے کچھ بن جائیں گے۔

(۴) امام المعصومین کے لئے لفظ ذنب اور ضلال کے استعمال کا جواب، حضور کے متعلق جو فرمایا ہے۔ "**ووجدك ضآلاً فهدىٰ**" اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی (ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی) یہ ترجمہ دو سو سال پرانا ہے اس کی تفسیر میں شاہ عبدالقادر صاحب نے ہی لکھا ہے۔ جب حضرت جوان ہوئے قوم کی راہ و رسم سے بیزار تھے اور اپنے پاس کوئی رسم و راہ نہ تھی اللہ نے دین حق نازل کیا۔ (موضح القرآن)

(۵) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) راستہ بتادیا۔ (مولانا اشرف علی تھانوی) یہ ترجمہ بھی سو سال پہلے کا ہے مذکورہ دونوں بزرگوں نے لفظی ترجمہ کیا اور خود ساختہ جدّت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔

(٦) لفظ ضلال کے معنی۔ظلم، ضلالت اور ذنب عربی زبان میں مشترک الفاظ ہیں۔ جن کے مختلف معنی آتے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ ضلال (**ضل یضل**) مختلف معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ زیر بحث آیت یعنی "**ووجدك ضآلاً**" میں ضال کا وہ معنی لیا جائے جو لفظی بھی ہو اور ترجمہ بالرائے بھی نہ ہو اس لئے ضال کا معنی سورۃ الضحیٰ میں ناواقف اور بے خبر بھی صحیح ہیں۔

حضور پاک وحی آنے سے پہلے شریعت کی تفصیلات سے واقف نہ تھے۔

بعض واقعات پیش آنے سے پہلے بے خبر تھے مثلاً واقعہ افک کی حقیقت اسی نوعیت کے دیگر واقعات کہ حضور وحی کے انتظار میں بے تاب رہتے تھے اور وحی سے خبر پا کر ان واقعات کی خبر پاتے تھے اور اصل راستہ سے واِقف ہوجاتے تھے پھر وحی کے مطابق صراط مستقیم امت کو بتاتے تھے۔

(۷) قرآن کا ترجمہ عین الفاظ قرآن کے مطابق کرنا ہوتا ہے۔ اگر ہر مفسر اپنی پسند کا ترجمہ شروع کردے تو پھر متن قرآن کے ترجمہ کی جب اسی عبارت کا عربی میں ترجمہ کیا جائے گا تو کیا سے کیا متن بن جائے گا۔ اور یہی تفسیر بالرائے ہوتی ہے جو کہ گناہ ہے یعنی اللہ کے کلام کا غلط ترجمہ کرنا خود جرم ہے اس لئے سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سو سال کے مترجمین ڈرتے تھے کہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہم سے الٹ نہ ہوجائے۔ آج خوفِ خدا تو رہا نہیں۔ کبھی اپنے مسلک کے خلاف جو آیت نظر آئی اس کا مرضی کے مطابق ترجمہ کردیا۔

(۸) یہ بات صحیح نہیں ہے کہ جمہور اہل سنت انبیآء کرام سے عمداً صدور صغائر کے قائل بلکہ محققین جمہور اہلسنّت کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کرام عمداً صدور صغائر سے بھی مثل کبائر کے معصوم ہیں۔

آیت ''ووجدك ضآلاً فهدىٰ'' کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں:

(۱) اس نے آپ کو شریعت سے خالی پایا تو اُسے آپ پر کتاب اتارنے کے سبب سے آپ کو راہ دی۔

(۲) ضلال سے مراد غفلت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وان كنت من قبله لمن الغافلين'' اور یہ پہلے قول کے قریب ہے یعنی آپ کو شریعت سے

غافل یعنی خالی پایا تو اس کے اتارنے کے سبب سے آپ کو راہ دی۔

(۳)"ای فی قوم ضلال فهداهم الله تعالیٰ بك"

اور اس نے آپ کو گمراہی والی قوم میں پایا تو اسے آپ کے سبب سے ہدایت بخشی۔

(۴)"ووجدك ضالاً عن الهجرة فهداك اليها"۔ اور اس نے آپ کو ہجرت سے ناواقف پایا تو آپ کو اس کی طرف راہ دی۔

(۵)"ووجدك ضآلاً ای ناسیاً ای شان الاستثناء حین سئل عن اصحاب الکهف وذی القرنین والروح فذكرك"۔ اور آپ کو ان شاء اللہ کہنے سے بھولنے والا پایا جب کہ آپ سے اصحاب کہف اور ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوالات کیے گئے تو اس نے آپ کو یاد دلایا۔

(۶)"وجدك طالباً للقبلة فهداك اليها"۔ اور اس نے آپ کو قبلہ کی تبدیلی چاہنے والے پایا تو اس کی طرف راہ دی اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف۔ ہم نے پھرنا دیکھا آخر آیت تک پس اس صورت میں ضلال طلب اور حب کے معنی میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔"انك لفی ضلالك القديم ای محبتك"۔ بے شک آپ قدیم محبت میں ہیں۔

(۷) جب حلیمہ سعدیہ آپ کو حضرت عبدالمطلب پر لوٹانے کے لئے آپ کو مکہ میں لائیں تو آپ گم ہو گئے تھے۔ پھر مل گئے تو اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بطور امتنان اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

(۸) آپ کے گم ہو جانے کا واقعہ ابو طالب کے ساتھ پیش آیا تھا جب کہ وہ آپ کو لے کر تجارت کے لئے ملک شام کی طرف گئے تھے۔ تو اس واقعہ کی طرف اس

آیت میں ارشاد ہے۔

(الصاوی علی الجلالین، جلد۴، صفحہ ۲۷۸ تا ۲۷۹)

صاحب روح بیان امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا کے علاوہ چند دیگر اقوال لکھے ہیں۔ وہ بھی قابل مطالعہ ہیں۔

(۱) فقدان الشرائع یعنی آپ ﷺ کا وہ زمانہ ان احکام سے خالی تھا کہ ان کی طرف عقول سے راہ نہیں ملتی جب تک کسی سے سنا نہ جائے۔

جیسے فرمایا: **ماکنت تدری ماالکتٰب**" یعنی احکام وشرائع پر تم نے راہ نہ پایا تھا۔

(۲) غیبوبۃ (غائب ہونا) مذکورہ بالا معنی کی طرف لوٹتا ہے جیسے کہا جاتا ہے ضل بمعنی غائب ہوا جیسے "**شربت الاثم حتی ضل عقلی**" (میں نے شراب پی یہاں تک کہ میری عقل غائب ہوگئی)

(۳) امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ضلال سے مراد ہے راہ سے ہٹ جانا عمداً یا سہواً تھوڑا یا زیادہ، اس لئے اس کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی ہوتی ہے اور کفار کی طرف بھی اگرچہ ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**ووجدک ضآلاً فھدیٰ**" یعنی اس راستہ پر نہ تھے جو نبوت کا راستہ آپ کے لئے مقرر ہو چکا تھا۔

اور نبی موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "**فعلتھا اذاوانامن الضالین**" میں نے اسے کہا اس وقت میں ہوں ضالین سے۔

اور یعقوب علیہ السلام کے لئے بیٹوں نے کہا: "**انا ابانالفی ضلال**

مبین'' بے شک ہمارا باپ ضلال مبین میں ہے۔

اس میں تنبیہ ہے اس بارے میں کہ ان سے سہواً ہوا۔

(۴) آپ کو ضالین کے درمیان پا کر آپ کے طفیل انہیں ہدایت بخشی۔ اس معنی پر ضال ہر قوم کی صفت ہوگی (نہ کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی) جیسے عام تراجم نے غلطی کھائی لفظی ترجمہ میں۔ کہا جاتا ہے: ''**رجل ضعیف اذا ضعف قومه**'' یعنی اس کی قوم ضعیف ہے۔ (اسئلۃ المقحمہ)

(۵) تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آپ اُلوہیت کے صحراء میں متحیر تھے پھر ہم نے آپ کو محود شکر کے بعد کمال معرفۃ کی طرف راہ دکھائی، اس سے معلوم ہوا کہ ضلال بمعنی حیرت ہے، جیسے اس آیت میں ہے: ''**انك لفی ضلالك القدیم**'' یعنی اے یعقوب علیہ السلام آپ پرانی حیرۃ (عشق) میں ہیں۔

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں مکہ کی گھاٹیوں میں غائب ہو گئے، حضرت عبدالمطلب نے آپ کی بہت تلاش کی، نہ ملنے پر کعبہ معظّمہ کے پردوں کو پکڑ کر دعا مانگی۔

یارب فاردولدی محمدا

رداالی واصطنع عندی یدا

ترجمہ: اے رب! میرے بیٹے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لوٹا دے اور جلدی لوٹا کر میرے اوپر منّت واحسان فرما۔

مکہ کی گھاٹیوں میں ابوجہل نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور حضرت عبدالمطلب کے پاس لے آیا۔

دشمن سے اعانت

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں کہ دشمن کے ہاتھوں اتنی بڑی خدمت لے لی اور آپ کو دشمن سے گزند بھی نہ پہنچا، اس کی نظیر موسیٰ علیہ السلام اور فرعون ہے۔

نوٹ: اس آیت کی مزید تفصیل فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) ازالۃ الاشتبہات فی الآیات المتشابہات'' میں لکھی ہے۔

دھوکہ کا ازالہ

مخالف کی تحریر اخبار پر غور کریں اس نے لکھا ہے کہ مفسر (امام احمد رضا) نے دوسو سالہ ترجموں کو ایک طرف کرکے اپنا جدید ترجمہ لکھتے ہوئے ضالاً کا ترجمہ لکھا ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) اس کی گمراہی اور کم علمی کا بین ثبوت ہے۔

جواب: امام احمد رضا محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ترجمہ لکھا ہے وہ بالرائی والقیاس نہیں بلکہ معتبر و مستند تفاسیر کے عین مطابق ہے، مذکورہ بالا اقوال میں الصاوی کا قول ششم اور روح البیان کا قول نمبر 5 امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا پسندیدہ قول ہے اور یہ قول الحمد اللہ اہل ایمان کے ایمان کی جان اور روحِ اسلام ہے جیسا کہ فقیر آگے چل کر عرض کرے گا اور یہ دونوں اقوال نہ صرف ان دو تفسیروں میں ہیں بلکہ دوسرے معتبر و مستند تفاسیر میں بھی موجود ہیں مثلاً تفسیر کبیر میں امام رازی نے اور امام اصفہانی نے المفردات میں اور علامہ سلیمان نے جمل میں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری سے ناقل

"**قال بعض الصوفيه معناه وجدك محباًعاشقاًمفرطاًفي الحب والعشق فهداك الى وصل محبوبك، حتى كنت قاب قوسين اوادنىٰ**"۔ یعنی بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف راہنمائی کی یہاں تک کہ آپ قاب قوسین اوادنیٰ کے مقام پر فائز ہوئے۔

فائدہ: قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی بلکہ خود شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر فضلائے دیوبندی بیہقی وقت کا لقب دیتے ہیں۔ جس کمبخت نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ' کو "اس کی گمراہی اور کم علمی، کا الزام لگایا ہے وہ اس کا تعصب ہے مذکورہ بالا تفسیر کے علاوہ اور ملاحظہ ہو۔

تفسیر قرطبی

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ایسے مستند بزرگ ہیں جن پر امام جلال الدین سیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے باکمال مصنف اپنی تصانیف میں جابجا اعتماد کے طور ان کے اقوال نقل فرماتے ہیں اوہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تفسیر الجامع الکلام للبیان الاحکام میں لکھتے ہیں۔ "**وقيل ووجدك محباًللهداية فهداك ايها ويكون الضلال بمعنىٰ المحبة ومنه قوله تعالىٰ انك لفي ضلالك القديم**"۔ آپ کو اپنی محبت کی تلاش کرنے میں وارفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی، یہاں ضلال بمعنی محبت ہے۔

تفسیر عزیزی

شاہ عبدالعزیز کا اپنا اصل بیان ملاحظہ ہو۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی فارسی تفسیر میں اس آیت کی متعدد تفسیریں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وبعضے گفتہ اند کہ مراد از ضلال محبت ومرتبۂ عشق است چنانچہ پسران ضرت یعقوب فرط عشق ایشان باحضرت یوسف بایں لفظ تعبیر کردہ اند کہ انک لفی ضلالک القدیم ومراد از ہدایت آن ست کہ طریق وصول محبوب راتبونشان دادیم بالجملہ ازیں قماش است سخنان اہل تفسیر دریں جا این بالیقین باید دانست کہ انبیاء قبل از بعث نیز از ضلال وکفر اصلی وطبعی معصوم ومحفوظ اند بلکہ از معاصی نیز بہ تعمد چنانچہ درحدیث شریف ست کہ من ہیچ گاہ قصد نکردہ ام کہ کارے از آن کارہا کہ اہل جاہلیت می نمودند بعمل آرم مگر در بارو در ہر در بار لطفِ الٰہی انیکا کردن نداد وعصمت اوتعالیٰ درمیان من درمیان آن کار حائل شُد''۔

(تفسیر عزیزی صفحہ۲۲۱)

ترجمہ: ''اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ (اس آیت میں) ضلال سے مراد محبت اور مرتبہ عشق ہے جیسا کہ یعقوب کے بیٹوں نے ان کی یوسف سے محبت کو اس لفظ (ضلال) سے تعبیر کیا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی خودرفتگی میں ہیں اور (اس آیت میں) ہدایت سے مراد محبوب حقیقی کے وصال کا راستہ بتانا ہے''۔

بالجملہ اس قدر اہل تفسیر کے اقوال ہیں اور اس مقام پر یہ بات یقین کے

ساتھ جاننی چاہئے کہ انبیاء بعثت سے پہلے بھی اصلی اور طبعی ضلال و کفر سے معصوم ومحفوظ ہوتے ہیں۔حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''میں نے اہل جاہلیت کے کاموں میں سے کسی کام کے ارتکاب کا قصد نہیں کیا مگر دو بار اور ہر بار عنایتِ خداوندی نے مجھے یہ کام کرنے نہیں دیا اور میرے درمیان اوران کاموں کے درمیان عصمت الٰہی حائل ہوگئی۔

تفسیر حسینی فارسی

کسی دور میں اس تفسیر کا طوطی بولتا تھا اس کے اردو میں کئی تراجم ہوئے تفسیر جلالین کی طرح اختصار کی وجہ سے عوام وخواص میں بہت مشہور و متداول تھی جب اُردو نے فارسی کو بے رواج کیا اس وقت سے تفسیر حُسینی صرف خواص تک محدود رہ گئی لیکن اس کے معتبر و مستند ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں صاحب روح البیان اپنی مشہور و مستند تفسیر میں اس کے حوالے دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

''درحقائق سلمی مذکوراست کہ ترا یافت درستی مستغرق در بحرِ معرفت ومحبت برتو منت نہادو بمقام قرب رسانید''

حقائق سلمی میں مذکور ہے کہ اس نے تجھے محبت اور معرفت کے سمندر میں غرق پایا تو تجھ پر احسان فرمایا اور اپنے مقام تک پہنچایا۔

گھر کی گواہی

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ضلال کا معنیٰ محبت اور وارفتگی لکھا وہ بالرائے نہیں اکابر واسلام رحمہم اللہ کی تائید کے علاوہ دیوبندیوں کے شیخ

الاسلام شبیر احمد عثمانی نے بھی اس معنی پر مہر ثبت کی ہے چنانچہ محمود الحسن کے ترجمہ قرآن پر اس نے حاشیہ لکھا ''یہاں ضالاً کے معنی کرتے وقت سورۃ یوسف کی آیت **''قالوا تاللہ انک لفی ضلالک القدیم''** کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(سورۃ الضحیٰ تحت آیت ووجدک ضالاً)

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ

مولوی شبیر احمد عثمانی نے واضح کر دیا کہ ضلال یا ضالاً کے معنی بھٹکنے اور بے راہ ہونے یا ناواقفِ راہ اور بے خبری کے نہیں بلکہ محبت کے ہیں جیسا کہ حضرت یعقوب کو ان کے بیٹوں نے انہیں حضرت یوسف کی قمیض کی خوشبو آنے پر کہا۔ **''انک لفی ضلالک القدیم''** آپ تو اپنے بیٹے یوسف کی اسی پرانی محبت میں وارفتہ ہیں۔ جبھی تو عثمانی صاحب نے ضالاً کی تشریح میں لکھا ہے۔ ''اسی جوش طلب اور فرطِ محبت میں آپ بے قرار اور سر گرداں پھرتے۔ الیٰ آخرہ۔''

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ بر عبارت دھوکہ باز

مذکورہ طویل بیان سے واضح ہو گیا کہ دھوکہ باز نے یہ عبارت لکھ کر زبردست دھوکہ دیا ہے وہ عبارت پہلے ہم نے لکھی اب دوبارہ ملاحظہ ہو۔

ترجمہ قرآن کرتے ہوئے دیانت داری یہ ہونی چاہیے کہ اس میں لفظی ترجمہ ایسا ہو کہ اس ترجمہ کی جب دوبارہ عربی بنائی جائے تو اس میں لفظ کی کمی بیشی نہ ہوا سکے بعد اعلیٰ حضرت پر بہتان تراشی کی کہ آپ نے تفسیر بالرائے کی ہے اور کہا کہ یہاں تفسیر و ترجمہ ایسا کیا گیا ہے کہ جب اس کی عربی بنائی جائے تو عربی الفاظ کچھ کے

کچھ بن جائیں گے۔

اس عبارت میں مخالف نے وہ تیر چلایا ہے کہ جس سے جاہل لوگ تو متاثر ہو سکتے ہیں لیکن اہل علم اس کا تمسخر اڑائینگے اس لئے کہ لغت میں ایک لفظ کے بعض اوقات متعدد معانی ہوتے ہیں مثلاً جعفر کے چار معنی ہیں کسی شاعر نے کہا۔

جعفر آمد بمعنی چہار

خربوزہ وجوئے ونام مردم حمار

جعفر چار معنوں میں آیا ہے (۱) خربوزہ (۲) نہر (۳) آدمی کا نام (۴) گدھا

اگر کوئی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا دشمن جعفر کا معنی گدھا لے لے تو اس نے لغوی معانی میں ایک معنیٰ لے کر جعفر دشمنی کا ثبوت دیا ہے جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا عاشق ہو گا وہ جعفر کا ان چہار معانی سے وہ معنی لے گا جو امام صادق رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان ہو گا یہی حال مخالفین کا ہے کہ ضلال کا لفظ متعدد معانی میں مستعمل ہے ان میں گمراہی کا معنی بھی ہے حضور نبی پاک ﷺ کے لئے آپکا دشمن یا آپ سے بغض رکھنے والا گمراہی کا معنیٰ لے رہا ہے اور عاشق صادق امام احمد رضا بریلوی اور ان کے متبعین اس معنیٰ کو ہرگز قبول نہیں کرتے بلکہ وہ معنیٰ لیتے ہیں جو حضور سرور عالم ﷺ کے شایانِ شان ہے۔

علاوہ ازیں ترجمۃ القرآن صرف ترجمہ لفظی تو نہیں ترجمہ کے کئی اقسام ہیں فقیر نے ابتداء میں علامہ زرقانی کی مناہل العرفان سے تفصیل لکھ دی ہے۔عوام کو دھوکہ دینا بد دیانت لوگوں کا کام ہے ترجمہ لفظی کے علاوہ ترجمہ با محاورہ بھی تو ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی برصغیر پاک و ہند کے وہ عظیم

ترین مترجم ہیں جنہوں نے انتہائی کدوکاوش سے قرآن کریم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جس میں روح القرآن کی حقیقی جھلک موجود ہے۔مقام حیرت واستعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہےاور بامحاورہ بھی اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔پھرانہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام بھی کیاہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہواورالفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کاانتخاب کیاجائے جوآیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔اس ترجمہ سے قرآنی حقائق ومعارف کے وہ اسرارومعارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے یہ ترجمہ سلیس،شگفتہ اوررواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اورعربیت کے بہت قریب ہے۔ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیات یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب واحترام اورعزت وعصمت کوبطورِ خاص ملحوظ رکھا ہےان کے ترجمۂ قرآن کے جملہ محاسن بیان کرنے کے لیےتو ایک ضخیم تصنیف کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح ان تمام مقامات کوزیر بحث لاناپڑے گاجنہیں دوسرے تراجم کے مقابلہ میں امتیاز حاصل ہے۔

(محاسن کنزالایمان)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت کاایک عظیم ترین کارنامہ اورعلمی شہکار قرآنِ حکیم کااردوترجمہ ہے۔

تمام اردوتراجمِ قرآن سامنے رکھ لیجئے،اوراعلیٰ حضرت کےترجمہ کے ساتھ ان کاتقابلی مطالعہ کیجئے۔آپ واضح ترین فرق وامتیاز محسوس کریں گے۔اعلیٰ حضرت کاترجمہ لغوی،معنوی،ادبی اورعلمی کمالات کاجامع ترین مرقع ہے۔اسے دیکھ

کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربیت اور قرآن فہمی کا کس قدر ملکہ حاصل تھا۔

مثلاً ''ووجدك ضآلاً فهدىٰ''۔

(۱) شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ ''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی''۔

(۲) یہی ترجمہ محمود الحسن دیوبندی نے بھی کیا ہے (حاشیہ القرآن للعثمانی صفحہ ۱۰۲۶)

(۳) مودودی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ ''اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔'' (تفہیم القرآن، جلد ۶، صفحہ ۳۷۶)

(۴) شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ ''اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی۔'' (ترجمہ شاہ رفیع الدین صفحہ ۶۲۸)

(۵) شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمہ کے لفظ یہ ہیں ''دریافت ترا راہ گم کردہ پس راہ نمود'' (صفحہ ۶۲۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے ان سب کے برعکس ترجمہ فرمایا۔ ''ووجدك ضآلاً فهدىٰ''۔ ''تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔'' (کنزالایمان)

ناظرین انصاف فرمائیں کہ مذکورہ تراجم و ترجمہ اعلیٰ حضرت میں کون سا نمایاں فرق ہے آپ کو کون سی بات پسند ہے حضور ﷺ کی گمراہی یا بارگاہ حق تعالیٰ کا عشق و محبت و وارفتگی۔

سوال: مولوی احمد رضا نے شاہ عبدالقادر دہلوی کے دوسو سال پرانے ترجمہ کو ایک طرف کر کے اپنا ترجمہ پیش فرمایا اس کی وجہ؟

جواب: ہم یہ ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں کہ یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

کا ہے یوں ہی شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ بھی ان کا نہیں ہے بلکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ دونوں ترجمے وہابیوں نے کئے اور نام لگا دیا ان دونوں بزرگوں کا۔

یوں ہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ فارسی بھی مخدوش ہے۔ فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) کی تصنیف ''مسلک شاہ ولی اللہ'' کا مطالعہ کیجئے فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے دلائل سے ثابت کیا ہے اور دیوبندیوں کے اکابر کی تصریحات پیش کی ہیں کہ یہ ترجمے بزرگوں کے نہیں وہابیوں کے ہیں ان تراجم کے بعد مولوی اشرف علی تھانوی اور محمود الحسن اور ڈپٹی نذیر احمد و مودودی انہی کی نقل ہیں جب یہ ترجمے وہابیوں کے ہیں اور ان پرانے اور نئے ترجموں سے عصمت مصطفیٰ ﷺ پر زد پڑتی ہے اور یہ ترجمے آیت **''ماضل صاحبکم وما غویٰ''**۔ کے ارشادِ ربانی کے خلاف بھی ہیں۔

اب فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ بزرگوں نے نہیں بلکہ وہابیوں نے نبی پاک ﷺ کی عصمت پر تراجم کی آڑ میں حملہ کیا۔ امام احمد رضا محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نہ صرف دفاع فرمایا بلکہ لغت اور تفاسیر کے عین مطابق ترجمہ قرآن کا حق ادا کیا۔

''فجزاہ اللہ خیر الجزاء''

ناظرین کو اختیار ہے کہ وہابیوں کے تراجم کو لیں یا عاشقِ رسول ﷺ امام اہلسنت مجددِ دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان سے استفادہ کریں۔

مرزائی ہزار بار گندے لیکن وہابیوں دیوبندیوں سے......؟

ناظرین یقین مانئے کہ "**ووجدك ضالًا**" آیت کریمہ کے ترجمہ میں دیوبندی مرزائیوں سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ مرزائیوں نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے۔

ترجمہ: "اور جب اس نے تجھے اپنی قوم کی محبت میں سرشار دیکھا تو ان کی طرف کا صحیح راستہ تجھے بتا دیا۔"

(تفسیر صغیر مؤلفہ مرزا البشیر الدین صفحہ ۱۳۱)

خدا لگتی کہئے کہ مرزائیوں نے دیوبندیوں کے ترجمہ "اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی۔" (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی، صفحہ ۱۰۲۶) سے بہتر ترجمہ کیا ہے۔ ہاں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ "اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔" مرزائیوں کے ترجمہ سے بھی اعلیٰ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک حضور ﷺ محبت الٰہی میں خودرفتہ ہیں اور مرزائیوں کے نزدیک اپنی قوم کی محبت میں سرشار۔ اور ان کا فرق ظاہر ہے فلہ فہم وتدبر۔

چور کوتوال کو ڈانٹے

منکرین کو چاہئے تھا کہ خدا خوفی کر کے اعلیٰ حضرت کا احسان سمجھتے کہ انہوں نے راہِ حق کی صحیح سمت دکھائی لیکن اس کے بجائے ان پر الٹا طعن و تشنیع کرتے ہوئے لکھ مارا کہ سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سال کے مترجمین ڈرتے تھے کہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہم سے الٹ نہ ہو جائے آج خوفِ خدا تو رہا نہیں۔ کبھی اپنے مسلک

کے خلاف جو آیت نظر آئی اس کا مرضی کے مطابق ترجمہ کر دیا۔

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

فقیر (مُفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ عین علماء حق کے مطابق ہے الحمدللہ اعلیٰ حضرت نے مسلکِ حق کے مطابق آیت کا ترجمہ فرمایا ہے۔ اور وہ بھی سابقہ مفسرین کے متعدد اقوال میں سے ایک قول کی بناء کیا ہے لٰہذا آپ کی ذات پر بے خوفی کا حکم لگانا خود اپنی بے خوفی ظاہر کرنا ہے۔ سچ ہے ۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

دھوکہ کا ازالہ

منکرین کا ان تراجم کو اسلاف کے تراجم کہنا بھی دھوکہ ہے وہ ترجمے ان کے اپنے وہابیوں کے ہیں۔ اور نام ظاہر کیا ہمارے بزرگوں کا۔ اسی لیے ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ اسلاف صالحین کوئی بھی حضور ﷺ کو گمراہ کہنا تو درکنار ان کے اذہان مبارکہ میں تصور تک نہ تھا۔ یہ گندا ذہن وہابیوں کا ہے جو قرآن پاک جیسی مقدس کتاب کے ترجمہ میں اپنا گندا مزاج استعمال کیا۔

"فاعتبروا یا اُولی الابصار"

عذر گناہ بدتر از گناہ

مخالف نے ضال بمعنیٰ گمراہ ثابت کرنے کیلئے جو دلائل دیئے ہیں وہ اس کی نبوت دشمنی کا واضح ثبوت ہے۔ مثلاً کہا حضور ﷺ وحی آنے سے پہلے شریعت کی

تفصیلات سے واقف نہ تھے بعض واقعات پیش آنے سے پہلے بے خبر تھے۔ مثلاً واقعہ افک کی حقیقت، اس نوعیت کے دیگر واقعات کہ حضور ﷺ وحی کے انتظار میں بے تاب رہتے تھے اور وحی سے خبر پا کر ان واقعات کی خبر پاتے تھے اور اصل راستہ سے واقف ہو جاتے تھے پھر وحی کے مطابق صراطِ مستقیم امت کو بتاتے تھے۔

جواب: مخالفین کی اس عبادت سے ان کا اصلی چہرہ سامنے آ گیا وہ یہی کہ ضال بمعنی گمراہ بے خبر نہ واقف کے معانی کو ترجیح دی گئی ہے حضور ﷺ تو قبل از نبوت وبعد نبوت بہت سے امور سے ناواقف تھے نزول وحی تک نہ صرف بے خبر بلکہ بے قرار رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو نبوت چالیس سال کے بعد ملی اس سے قبل آپ کو یہ علم تک نہ تھا کہ آپ نبی بنیں گے جبرئیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے تب بھی بے خبر تھے ان کی بار بار تنبیہ کے بعد آپ ﷺ کو علم ہوا کہ ہاں یہ جبرائیل ہیں اور مجھے نبوت کی خبر دینے آئے ہیں حالانکہ یہ تمام باتیں وہابی عقائد پر مشتمل ہیں۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ جملہ عالمین کے نبی ہیں آپ اُس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

"کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد"

اور حدیث صحیح مشکوٰۃ سے امام مسلم نے روایت کی ہے۔ **"ارسلت الی اخلق کافۃً"**۔ ہاں اظہارِ نبوت چالیس سال کے بعد ہوا اندریں دوران آپ کو علم الٰہیہ سے نوازا گیا۔ اجمالاً آپ کو جملہ علوم حاصل تھے مثلاً پیدا ہوتے ہی سجدہ ریز ہونا۔ اور امتی کی صدا لگانا پھر بچپن کے کوائف پھر جوانی سے تا اظہار نبوت لیکن اجمال کے رنگ میں اجمالی علم میں تفصیل بھی ہوتی ہے صرف فرق اتنا ہے اجمالی

علم ہر وقت ہوتا ہے تفصیلی علم کے لیے وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے مثلاً حافظ قرآن کو پورے قرآن کا علم ہے لیکن جب تراویح سنا رہا ہے تو پہلے پارہ کی تلاوت کے وقت دوسرے یا تیسرے پارے وغیرہ کی تلاوت کرے گا اگر اسے کوئی غلط لقمہ دے گا تو وہ نہ لے گا۔اس سے یہ نہ کہا جائے گا کہ لقمہ والی عبارت کا اسے علم نہیں، بہر حال جتنا مخالفین حضور ﷺ کے علم پر ناجائز حملے کرتے ہیں ان کا اجمالی جواب یہ ہے جس کی تفصیل فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے **"غایۃ المامول فی علم الرسول"** میں عرض کر دی ہے۔

حدیث افک کا بھی جواب یہی ہے کہ آپ ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا قبل وحی بھی اس کے متعلق فرما دیا تھا۔ **"واللّٰہ ماعلمت علی اھلی الاخیرا"** میں اپنے اہل پر خیر ہی جانتا ہوں۔مزید تفتیش و تحقیق میں شرعی احکام کی وجہ سے تھی۔اس کی تفصیل فقیر کی کتاب "شرح حدیث افک" میں پڑھیے۔

بہر حال **ووجدک ضالاً** کا ترجمہ اعلیٰ حضرت مسلک حق اہلسنت کی ترجمانی ہے اور دوسرے ترجمے وہابیت کے ترجمان ہیں جو گستاخی و بے ادبی سے لبریز ہیں، ہم اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے عاشق ہیں مخالفین وہابیت کے دلدادہ **"للناس مایعشقون مذاھب"**۔

آیت نمبر ا: **"واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت"** (سورۃ محمد،۱۹)

ترجمہ: مولوی محمود الحسن: "اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان

دار مردوں اور عورتوں کے لئے"۔

ترجمہ: مولوی اشرف علی تھانوی: اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے"۔

ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی: "اور معافی مانگو اپنے قصور کے لئے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بھی۔"

آیت نمبر۲: "**انافتحنالك فتحامبینا o لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتاخر**۔(سورۃ الفتح،۲)

ترجمہ: مولوی اشرف علی تھانوی: بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے"۔

ترجمہ: مولوی محمود الحسن: "ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے"۔

اختصار کے پیش نظر ان مترجمین کے تراجم لکھے ہیں جن پر ان کے پیروکاروں کو اعتماد ہے علاوہ ازیں دوسرے تراجم اردو بھی ان ترجموں سے مختلف نہیں

ناظرین کو دعوتِ غور وفکر

ناظرین ان پر بلاامتیاز مسلک ومذھب غور فرمائیں آیت اول میں ان مترجمین نے اپنے ترجموں میں ایسے الفاظ استعمال کیے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطا کار اور قصوروار بنا ڈالا۔ ذرا غور کیجئے ان غیر محتاط تراجم کے مطالعہ سے ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ خود حضور ﷺ

کا دامن بھی خطاؤں اور گناہوں اور قصورروں سے پاک نہ تھا۔ کیا یہ تراجم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں گے۔؟

دوسری آیت میں مترجمین نے خطاؤں کو حضور ﷺ کی ذات سے منسوب کر دیا۔ ان غیر محتاط مترجمین کے تراجم سے تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ سے پہلے بھی گناہ سرزد ہوتے رہے اور بعد میں بھی۔ اور خدا نے اس آیت میں ان کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔

مانا کہ مترجمین کا یہی عقیدہ ہے حضور نبی پاک ﷺ گناہ وخطا وقصور سے معصوم ہیں قبل از نبوت بھی۔ صغائر سے بھی کبائر سے بھی۔ لیکن ترجمہ کو عام آدمی پڑھے گا اور صرف ترجمہ سے تو لازماً یہی سمجھے گا کہ (معاذ اللہ) نبی علیہ السلام ہماری طرح عام بشر ہیں جیسے ہم سے گناہ وخطا وقصور سرزد ہوتا ہے تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جاتا ہے یوں ہی نبی علیہ السلام کا حال ہے صرف فرق یہی ہے کہ نبی ہیں انہیں بلا توبہ معاف کیا جا رہا ہے اور ہم امتی ہیں اور ہمارے گناہ وخطا وقصور توبہ سے معاف ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان تراجم میں نبی پاک ﷺ کی عصمت پر حملہ ہوا۔ جس کی مترجمین کو صفائی دینی پڑی حالانکہ ترجمہ ایسا ہونا چاہیے تھا کہ عام قاری کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوا اور نہ ہی مخالف اسلام کو اسلام پر حملہ کرنے کا موقعہ ملے۔ اور نہ ہی بعد کو صفائی دینے کی ضرورت ہو۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا کمال

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے دونوں آیتوں کا ایسا نفیس ترجمہ فرمایا کہ ترجمہ کا حق ادا کردیا اور معترضین اسلام کو اعتراض کا موقعہ بھی نہ دیا آپ نے کنزالایمان میں پہلی آیت کا ترجمہ لکھا۔

''اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو''۔

دوسری آیت کا ترجمہ لکھا کہ

''بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔''

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ

ان دونوں آیتوں میں لفظ ذنب کا ترجمہ (گناہ) بھی بحال رکھا گیا ہے۔ اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر بھی دھبہ نہیں آنے دیا بلکہ ایسا پیارا ترجمہ کیا کہ اس سے شانِ نبوت کا علو ورفعت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ نبی علیہ السلام ایسی شان باکمال کے مالک ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے صدقے تمام اہل ایمان کو بھی بخشنے کا وعدہ فرمارہا ہے اور ترجمہ میں کسی زائد الفاظ کو تفسیری طور پر بڑھانے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہونے دی۔

''فجزاہ اللہ عناوعن جمیع المسلمین خیرالجزاء''

تحقیق حق

تراجم سے ناظرین کو یقین ہوگیا ہوگا کہ پہلے ترجموں میں لکھا ہے کہ

حضور ﷺ سے گناہ وخطاوقصور کا صدور ہوا یا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے معافی کا مژدہ سنادیا اور یہ عقیدہ خود ترجمہ کرنے والوں کا بھی نہیں جیسا کہ وہ اس کا اعتراف کرتے ہیں جو ترجمہ خود مترجم کے عقیدے کے خلاف ہو تو اس ترجمہ کی کیا ضرورت ہے اور جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ترجمہ کیا وہ اسلام کا مسلّمہ عقیدہ ہے جس پر دوسرے مترجمین کو بھی اتفاق ہے تو پھر وہ ترجمہ کیوں نہ لیا جائے جو متفق علیہ عقیدہ کا مظہر ہے پھر مخالفین کو کون سمجھائے کہ تمہارے اکابر کے ترجمے خود تمہارے عقیدہ کے خلاف ہیں اور سب سے بڑی خرابی یہ کہ اس سے عوام کے عقیدہ کے بگڑنے کا خطرہ ہے بلکہ بڑھ کر یہ کہ ان تراجم سے اسلام میں ایک فتنہ بپا کرنا ہے کیونکہ ہم مسلمان کہیں گے کہ رسول اللہ عزوجل و ﷺ جملہ گناہوں، خطاؤں اور قصوروں سے پاک اور معصوم ہیں لیکن دشمنانِ اسلام کہیں گے کہ نہیں وہ گناہ قصور وخطا کرتے تھے جس کی خبر خود قرآن نے دی ہے اور اس کا ترجمہ تمہارے مسلمانوں نے کیا ہے کہ ان کے گناہ وخطاوقصور بخشا گیا اور قرآن کا فیصلہ ہے۔ **"والفتنة اشد من القتل"** اور فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

عوام سے اپیل

عوام اہل اسلام سے گذارش ہے کہ فیصلہ فرمائیں کہ فتنہ انگیز تراجم چاہئیں یا وہ ترجمہ ہو جو تمام فتنوں کو مٹائے اور دلوں کو چین بخشے اور عشق رسول ﷺ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ اس ترجمہ کا نام ہے۔

"کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"

اصول ترجمہ

مترجم کو علوم اسلامیہ پر مکمل دسترس ضروری ہے بالخصوص لغات وتفسیری اصول کے علاوہ تفاسیر کا بھرپور مطالعہ ہو۔ دوسرے مترجمین کا حال کسی سے مخفی نہیں اور امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی علمی وسعت وکثرت مطالعہ وحافظہ کا مخالفین کو اعتراف ہے۔ فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نہایت وثوق سے لکھ رہا ہے کہ مترجمین نے جہاں گناہ وخطاء وقصور ترجمہ کیا ہے عربی ولغوی اعتبار سے کسی تفسیر میں بھی یہ معنی نہ ملیں گے۔

چند تفاسیر کے حوالہ جات حاضر ہیں۔

(۱) مشہور تفاسیر میں ہے کہ ذنب سے مراد خلافِ اولیٰ ذنب ہے۔

(۲) مراتب علیا کی بہ نسبت مراتب ادنیٰ مراد ہے۔

(۳) آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں اور اُن کے ذنوب کی نسبت آپ کی طرف کر دی ہے کیونکہ قوم کے افعال کی نسبت اس کے قائد کی طرف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ فلاں جرنیل ہار گیا اور یہ اسناد مجازِ عقلی ہے۔

(۴) علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ یہاں مغفرت کا اطلاق اس چیز پر ہے جس کو حضور اپنی نظرِ عالی کے پیش نظر ذنب خیال فرماتے ہیں۔

(۵) شیخ ابوسعود لکھتے ہیں کہ ''حضور علیہ ﷺ بسا اوقات تشریعی ضرورتوں کے سبب سے افضل اور اولیٰ امر کو ترک فرما دیتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان امور کا ترک کرنا بھی جائز ہے اور یہ مغفرت اس ترک کی طرف راجع ہے۔ اگرچہ یہ ترک معصیت نہیں ہے۔''

(۶) علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ ”ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے ہاں گناہ کا حکم رکھتی ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ”حسنات الابرار سیئات المقربین“ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے امور کی مغفرت کا اعلان کر دیا۔

(۷) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”نہ آپ نے کوئی گناہ کیا ہے نہ کرنا ہے۔ لیکن اگر بفرضِ محال کوئی گناہ ہو بھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا اعلان فرما دیا ہے۔“

(۸) قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ جب **”وما ادری ما یفعل بی ولا بکم“** (نہ میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا) نازل ہوئی تو مشرکین نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال برابر ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کفار کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انجام خیر معلوم ہے اور کفار کا حال بد۔ پھر برابری کسی؟

(۹) علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ: ”یہ اظہار مغفرت کا ایک کلمہ شریف ہے جیسے بادشاہ کسی وزیر کو خوش ہو کر کہہ دے جاؤ تمہارے سات خون معاف، بغیر اس بات کے کہ اس نے کوئی خون کیا ہو یا کرنا ہو۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کا اعلان کر دیا۔ بغیر اس امر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی گناہ کیا ہو یا کرنا ہو“۔

(۱۰) شیخ عزیزالدین ابن سلام لکھتے ہیں کہ: ”تمام انبیاء علیہم السلام مغفور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کا اعلان نہیں کیا۔ اسی سبب سے عرصۂ حشر میں ابتداء انبیاء علیہم السلام لوگوں کی شفاعت نہیں کریں گے اور نفسی نفسی کہہ کر اپنی فکر کا اظہار

کریں گے۔ اگر دنیا میں حضور ﷺ کی مغفرت کا اعلان نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ حضور ﷺ بھی شفاعت کرنے میں تامل فرماتے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں آپ ﷺ کی مغفرت کا اعلان کر کے آپ کو تسلی دی تا کہ آپ روزِ محشر اپنی طرف سے بے فکر اور مطمئن ہو کر اُمت کی شفاعت کر سکیں"۔

(۱۱) علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی فرماتے ہیں: "مغفرت کے معنی ستر ہیں اور ہمارے حق میں مغفرتِ ذنوب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ذوات اور ہمارے عذاب کے درمیان اپنی رحمت کو حائل کر دے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں مغفرت ذنوب کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی ذوات اور ان کے مفروضہ گناہوں کے درمیان اللہ تعالیٰ اپنی عصمت اور حفاظت کو حائل کر دے۔ اس اعتبار سے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم اور محفوظ کر دیا۔"

(۱۲) حضور ﷺ عصمت کے باوصف امتثال امر اور تواضع کی وجہ سے کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اظہار اجابت کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

(۱۳) سیدی عبدالعزیز دباغ نے افادہ فرمایا کہ: "معصیت کا سبب اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے جب بندے اور خدا کے درمیان غلبۂ شہوت، غلبۂ غضب یا غلبۂ حرص کے حجابات حائل ہو جاتے ہیں تو وہ معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح بندے کی کی جسمانی کثافت بشری ہیولانیت اور ظلمات معصیت کے حجابات بھی اس کے اور خدا کے درمیان حائل ہوتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مغفرت الٰہی سے بے بہرہ، حضور وشہود سے غافل اور کسب معصیت میں اندھا ہو جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ قدسیہ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان یہ حجاب نہیں ہوتے اسی وجہ سے وہ محرم اسرار اور

صفات سے واقف اور شہود و حضور میں مستغرق ہوتے ہیں پھر گناہ کیسا؟''۔

نیز سیدی عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں کہ: ''نجس اور متعفن کپڑے پر آ کر مکھیاں بیٹھتی ہیں اگر کپڑا نہ ہو تو مکھیاں بھی نہ ہوں گی اور یہ حجاب بمنزلہ کپڑا اور گناہ بمنزلہ مکھیاں ہوتے ہیں پس جب انبیاء علیہم السلام اور خدا کے درمیان حجاب نہ رہا تو گناہ بھی نہ رہا اور یہ رفعِ حجاب حسبِ مراتب ہوتا ہے''۔

پھر فرماتے ہیں: ''غفر کا معنی ہمارے حق میں سِتر ذنوب اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں عدمِ ذنوب ہوتا ہے''۔

اس تمہید کے بعد آیت زیرِ نظر کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ:۔ **''انا فتحنالك فتحامبينا''**۔ پیارے ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا کوئی حجاب نہیں رکھا۔ اور فتح مبین کر دی ہے تا کہ تم ہمیشہ مشاہدۂ ذات وصفات میں مستغرق اور منہمک رہو اور تمہاری زندگی گزشتہ ہو یا آئندہ اس میں کسی قسم کی کوئی خطا راہ نہ پا سکے نہ اجتہاداً نہ عمداً''۔

(۱۴) گناہ کا سبب نفس اور اس کے تقاضوں سے اندھا دھند محبت کرنا ہے۔ جب انسان اور اس کے اعمال کے درمیان محبتِ نفس آتی ہے تو معصیت جنم لیتی ہے اور نیکی کا سبب اللہ اور اس کے احکام سے بے اندازہ محبت ہے، جب انسان محبتِ الٰہی سے سرشار ہوتا ہے تو اسے ہر گناہ سے نفرت اور نیکی سے الفت ہو جاتی ہے پھر نفس کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل اور شریعت کی دشوار گزار راہوں میں آبلہ پا چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ جب دل اس کی یاد سے معمور اور آنکھیں جلوؤں سے مخمور ہوں تو انسان اس کی خاطر سر کٹا سکتا ہے لیکن خواہش کے آگے سر جھکا نہیں سکتا۔ تو آیت کا مطلب

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے آپ کے لئے اپنی محبت کی راہوں کو کشادہ کر دیا تا کہ آپ کی زندگی کے کسی حصہ میں کوئی ایسا عمل نہ آنے پائے جو محروم محبت کا ثمرہ ہو۔

(محاسن کنزالایمان)

اور یہ صرف بطورِ نمونہ عرض کیا گیا ہے۔ ورنہ اصولِ تفسیر کے قاعدہ پر قرآن ذو وجود ہے یعنی بیک وقت کئی معانی ومفاہیم کا حامل ہے۔اس قاعدے کے متعلق اسلاف کی متعدد تصانیف ہیں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان صفحہ ۱۴۱ تا صفحہ ۱۴۳ جلد نمبر ۱ میں مستقل باب ،معرفۃ ابوہ والنظائر، قائم فرمایا ہے۔

معجزہ

بلکہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کے وجوہ متعدد کو معجزہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

"جعل بعضهم ذلك من انواع معجزات القرآن حيث كانت الكلمة الواحدة تنصرف الى عشرين وجها واكثرواقل ولايوجه ذلك فى كلام البشر"

بعض علماء نے قرآن کے ذو وجود کو معجزات کے انواع سے شمار کیا ہے جب کہ اس کے ایک کلمہ کی کم وبیش بیس وجوہ بھی نکلتی ہیں اور یہ خوبی کلام بشر میں نہیں پائی جاتی۔

بلکہ علماء کرام نے تو یہ بھی فرمایا کہ ہر آیت کے لئے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں۔

(الدولۃ المکیہ صفحہ ۱۰۲ تا ۱۳۰، حاشیہ نمبر ۱)

مفسر قرآن دستگیر جہان یعنی شاہ جیلان رضی اللہ عنہ

مذکورہ بالا کی علمی تائید حضور غوث الاعظم جیلانی محبوب ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہیں کہ آپ نے ایک محفل میں قران کی چالیس وجوہ (تفسیر) بیان فرمائیں اس محفل میں علماء و مفسرین و محدثین بھی تھے جس پر آپ کو زبردست تحسین وخراج عقیدت پیش کیا آپ نے فرمایا۔"**اجفامن القال الی الحال**" ۔اب ہم قال سے حال کی طرف لوٹتے ہیں یہ فرما کر خاموشی سے حاضرین پر روحانی توجہ ڈالی تو ایک کہرام بپا ہو گیا اور پورا مجمع تڑپ اُٹھا۔

اس مجمع میں امام ابن الجوزی مشہور محدث رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ وہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تبحر علمی کے معترف ہو گئے نہ صرف گرویدہ بلکہ ایسے بے خود ہوئے کہ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

(اخبار الاخیار، صفحہ اا، وقلائد الجواہر)

فائدہ: نہ صرف گرویدہ ہوئے بلکہ بعد مرید ہو کر خلافت قادریہ سے نوازے گئے تفصیل دیکھئے فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) کی شرح۔"حدائق بخشش جلد اول"

کمال امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا آیت مذکورہ میں ذنب کی تفسیر میں ایک وجہ اختیار کرنا قرآن کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا لیکن افسوس ہے دیوبندیوں وہابیوں پر کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کو تفسیر بالرائے اورتحریف اور نامعلوم کیا کیا الزام تراشے، حالانکہ یہی الزامات ان کے اکابر پر وارد

ہوتے ہیں کہ ان کے تراجم لفظی ترجمہ کی آڑ میں وجوہ مذکورہ وغیرہ میں کسی ایک کو بھی اپنا مؤید نہیں بنا سکے۔

اور ہزاروں حیف مولوی غلام رسول سعیدی اور اس کے چیلے زبیر حیدر آبادی پر جنہوں نے اعلیٰ حضرت کے ترجمے پر ناروا حملے کئے ان کی اصلی عبارت آخر میں عرض کروں گا۔ ''ان شاء اللہ عزوجل''

تائید تفاسیر

جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا گیا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمہ الہامی ہے آپ کے ترجمہ کے بعد جب تفاسیر کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تو درجنوں تفاسیر آپ کے ترجمہ کے مطابق پوری اترتیں ہیں فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) چند حوالے عرض کرتا ہے:

(ا) امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: **''لم یکن للنبی ذنب فماذا یغرله قلنا الجواب عنه قد تقدم مرارا من وجوه احدها المراد ذنب المؤمنین''۔**

(اگر کوئی سوال کرے کہ) رسول اکرم ﷺ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا پھر کس بات کی مغفرت ہوئی۔ ہم کہتے ہیں اس کا جواب متعدد وجوہ سے پہلے (تفسیر کبیر میں) بیان ہو چکا ہے ایک توجیہہ یہ ہے کہ یہاں مومنین کے گناہ مراد ہیں۔

(کبیر صفحہ ۷۸ جلد ۲۸)

چنانچہ علامہ رازی سورہ محمد میں **''واستغفر لذنبك''** کے تحت فرماتے

ہیں "**ای لذنب اهل بيتك وللمؤمنين والمؤمنات ای الذين ليسوا منك باهل بيت**" ۔یعنی آپ اہلِ بیت اور عام مومنین و مومنات جو اہل بیت سے نہیں ہیں۔ کے گناہوں کی بخشش طلب کریں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پت فرماتے ہیں: "**قال عطاء الخراسانی ما تقدم من ذنبك يعنى ذنوب ابويك اٰدم وحوا ببركتك وما تأخر ذنوب امتك بدعوتك**" ۔یعنی "**ما تقدم من ذنبك**" میں ذنبک سے مراد حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی لغزش ہے جو آپ کی برکت سے معاف ہوئی اور "**وما تاخر من ذنبك**" سے امت کے گناہ مراد ہیں جو آپ کی دعا سے معاف ہوئے۔

(۳) الشیخ احمد الصاوی تفسیر صاوی جلد ۴، صفحہ ۹۰ میں لکھتے ہیں:

"**ای اسناد الذنب له ﷺ مؤول اما بان المراد ذنوب امتك اوهو من حسنات الابرار سيئات المقربين**" ۔

حضور ﷺ کی طرف "ذنب" کی نسبت کی تاویل یوں کی گئی ہے کہ اس سے امت کے گناہ مراد ہیں یا وہ اعمال صالحہ ہیں جنہیں مقربین اپنی شان کے مطابق گناہ تصور کرتے ہیں۔

(۴) نظام الدین حسن بن محمد (م ۷۲۸ھ) نے لکھا:

"**فقيل اراد به ذنب المؤمنين من امته**" ۔

"اس سے مومنین امت کے گناہ مراد ہیں"۔

صرف ان چار حوالوں کی اصل عبارت لکھ دی ہے آگے ایک طویل فہرست

(۴) اشرف الحواشی ترجمہ وحید الزمان غیر مقلد صفحہ ۵٦۵۔

(۵) حاشیہ ترجمہ ثنائی غیر مقلد صفحہ ۵٦٦۔

نوٹ: یہ صرف چند نمونے تائیدی عرض کئے ہیں اگر بالاستیعاب صرف ان حوالوں کو جمع کروں تو الحمدللہ ایک ضخیم تصنیف تیار ہو سکتی ہے۔

ہزار حیف بر سعیدی و حیدر آبادی

دیوبندی وہابی تو رسول اللہ ﷺ کے بغض وعداوت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے بارے میں جو کچھ لکھیں تو وہ فی قلوبہم مرض کے مطابق مجبور ہیں لیکن صد افسوس اور ہزار حیف مولوی غلام رسول سعیدی اور اس کے چیلے زبیر حیدر آبادی پر کہ ایک طرف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے عقیدت کا دم بھرتے ہیں تو دوسری طرف ان پر جارحانہ حملے کرتے ہیں جنہیں پڑھ کر ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتی ہیں اور مخالفین خوشی سے بغلیں بجاتے ہیں۔

ذیل میں ان شوم بختوں کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

غلام رسول سعیدی

اس نے شرح مُسلم لکھ کر اپنی عاقبت برباد کی اس کی شرح مسلم سے چند حوالے حاضر ہیں۔

(۱) لیکن یہ تفسیر (کنزالایمان) احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش۔ (جلد ۳، صفحہ ۹۸)

(۲) اس آیت سے امت کی مغفرت مراد لینا صحیح نہیں۔ (صفحہ مذکور)

(۴) اسی کی جلد ششم کے صفحہ نمبر ۶۹۱ میں ہے: یہ ترجمہ صحیح نہیں ''تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے''۔

(۶) اسی میں صفحہ ۶۹۱ اور صفحہ ۶۹۴ پر ہے: ''اس ترجمہ کے غلط ہونے کی سب سے واضح دلیل'' الخ

(۷) اسی کی جلد ہفتم کے صفحہ ۳۲۴ میں ہے: ''ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت، اطلاقاتِ قرآن، نظمِ قرآن اور احادیثِ صحیح کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات اور ایرادات بھی ہیں۔

(۸) اسی میں صفحہ ۳۴۶ پر ہے: ''جس ترجمہ میں مغفرت کا تعلق اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ لغت، قرآن مجید کی بکثرت آیات میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق نظمِ قرآن، احادیث، آثار اور فقہاءِ اسلام کی تصریحات کے خلاف ہے۔

(۹) اسی کے اسی جلد میں صفحہ ۳۲۵ پر ہے: ''ہمارے نزدیک اللہ کی بیان کردہ اضافت کے خلاف اس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

نوٹ: ایک سانس میں سعیدی نو بار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر حملہ آور ہوا ہے دلیل ایک بھی نہیں لکھی اس کے نو حملے فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) کے بیان کردہ حوالہ جات کے سامنے سعیدی غریب کی کوئی احمق سنے گا یا اس کے چیلے چنانچہ ایک چیلا بولتا ہے۔

وہ تھا گُرو، یہ ہے چیلہ

بعض اوقات چیلے گرو سے بڑھ جاتے ہیں، حیدر آبادی زبیر اپنے گرو کو کوسوں پیچھے چھوڑ گیا ہے اس کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

حیدرآبادی زبیر، کی اس موضوع پر ریکارڈ کی گئی کیسٹ میں زیر بحث ترجمۂ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے متعلق ان کے یہ جملے موجود ہیں جو اس نے کئی بار دہرائے ہیں کہ:

(۱)''یہ صحیح نہیں''(۲)''یہ معنی حدیث کے خلاف ہے''(۳)''ایک اور معنی ہیں جو حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ قرآن پاک کے اندر بیان کئے ہیں۔الخ (۴) اس بارے میں اس کے تحریر کردہ ایک بیان کے صفحہ ا پر ہے: ''یہ جواب صحیح نہیں''اھ۔(۵) اسی میں صفحہ۲ پر ہے''یہ تفسیر احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش ہے۔''اھ۔(۶) اسی میں صفحہ ۳ پر کئی بار مرقوم ہے:''یہ معنی حدیث کے خلاف ہے''اھ (۷) صفحہ ۴ پر ہے''یہ معنی لینے حدیث کے بھی خلاف ہیں اور عقل کے بھی خلاف''اھ

نوٹ: زبیر حیدرآبادی کا یہ بیان مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۹۷ء کا تحریر کردہ ہے جس کی فوٹو کاپی ریکارڈ پر محفوظ ہے۔

علاوہ ازیں اس نے''مغفرت ذنب''کے عنوان سے اس موضوع پر جو اپنا ایک (دو سطریں زائد اٹھاون صفحات کا) رسالہ شائع کیا ہے، ویسے تو وہ اوّل سے آخر تک مکمل طور پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ترجمہ کے خلاف ہونے کے باعث ماٰنحن فیہ کی واضح دلیل ہے تاہم اس کے بعض مخصوص جملے عنوانِ ہذا سے صریحاً تعلق رکھتے ہیں، اس لئے انہیں بھی پڑھئے صفحہ ۶ پر ہے۔

(۸)''حدیث کے صریح خلاف''اھ۔

(۹)''کئی احادیث کے یہ ترجمہ خلاف ہے''اھ۔

(۱۰)''ترجمہ اور حدیث آپس میں ایک دوسرے کے منافی ہیں اس لئے ان دونوں

میں سے کوئی ایک صحیح ہوگا'' اھ۔

(۱۱) اسی میں صفحہ ۹ پر لکھا ہے: ''قول صریح احادیث کے خلاف ہے'' اھ۔

(۱۲) ''یہ معنی صریح احادیث کے خلاف ہیں''۔

(۱۳) اسی میں صفحہ ۲۰ پر کئی مرقوم ہے: ''قول ضعیف اور غیر معقول، غیر صحیح، بعید، صحیح احادیث کے صریح خلاف ہے'' اھ ملخصاً بلفظہ۔

(۱۴) صفحہ ۲۸ پر کئی بار مرقوم ہے: ''غیر مقبول، مردود، ضعیف، بعید، غیر حسن، حدیث کے خلاف، غلط، حدیث شفاعت کے بھی منافی ہے اھ ملخصاً بلفظہ۔

(۱۵) صفحہ ۲۹ پر ہے: ''یہاں امت کی مغفرت مراد لینا اس حدیثِ شفاعت کے بھی خلاف ہے'' اھ (مؤید)

(۱۶) صفحہ ۳۰ پر ہے: ''اس آیت مبارکہ میں امّت کی مغفرت مراد لینا اس حدیثِ شفاعت کے بھی خلاف ہے'' اھ

(۱۷) اسی میں صفحہ پر ہے: ''غیر صحیح اور ضعیف'' اھ۔

(۱۸) صفحہ ۳۳ پر ہے: ''مردود غیر صحیح غیر مقبول'' اھ۔

(۱۹) اسی میں صفحہ ۳۴ پر ہے: ''ضعیف اور غیر مقبول'' اھ۔

(۲۰) صفحہ ۴۷ پر ہے: ''آیتِ مبارکہ **''لیغفرلك الله ماتقدم''**۔ میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی مغفرت مرادلینا یہ نقلی اور عقلی طور پر درست نہیں بلکہ متعدد صحیح احادیث کے صریح خلاف ہے اھ۔

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ

واقعی چیلہ گرو سے بازی لے گیا۔ اس نے چند باتوں پر اکتفاء کیا چیلے نے بیس حملے

کیے اور ساتھ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر تحریف القرآن جیسے قبیح امر کے ارتکاب کا الزام لگایا یہ بہتان ایسے غلط ہے جیسے نہا چیلہ، کیونکہ فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی) متعدد تفاسیر کی تصریحات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تائید میں پیش کر چکا ہے۔

چیلہ پھانسی کے پھندے میں

ایسے ہونہار چیلے کبھی پانسی کے پھندے کا منہ بھی دیکھتے ہیں۔ شاہ غوث علی پانی پتی نے ''تذکرہ غوثیہ'' میں لکھا کہ اگر وہ چیلہ سفر کو چلے تو ایسے ملک میں پہنچے جہاں ہر شے کا نرخ چار آنے تھا۔ چیلے نے یہاں اقامت پذیر ہونے کا مشورہ دیا گرو نے کہاں کہ یہاں کے لوگ بےوقوف ہیں یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ بالآخر چیلے کے اصرار پر وہاں دونوں مقیم ہو گئے چونکہ ہر شے چار آنے کو ملتی تھی اس لیے چیلے نے مرغن غذائیں کھانی شروع کر دیں اور گرو نے احتیاط رکھی۔ تھوڑے عرصہ میں چیلہ موٹا ہو گیا اس شہر کے بادشاہ کے ہاں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک آدمی دیوار کے نیچے دب کر مر گیا وہ دراصل اس گھر میں چوری کرنے گیا تھا دیوار گری اس سے مر گیا۔ بادشاہ نے کہا گھر والے کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکاؤ کہ اس نے ایسی دیوار کیوں بنوائی اس سے ایک جان چلی گئی۔ گھر والے کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور حاضر کیا گیا، اس شخص نے کہا اس میں میرا کوئی ذمہ نہیں یہ دیوار بنانے والے کا قصور ہے اس نے کچی دیوار بنائی تھی۔ دیوار بنانے والے مستری کو پکڑ لیا گیا، اس نے کہا میرا قصور نہیں گارہ بنانے والے مزدور کا قصور ہے اس نے کچا گارہ بنایا۔ مزدور پکڑا گیا مزدور نے کہا جب میں گارہ بنا رہا تھا اونٹ مست بھاگا آ رہا تھا مجھے اس سے خوف ہوا کہ کہیں مجھے کاٹ نہ ڈالے

جلدی سے گارہ بنا کر مستری کو پیش کر دیا۔ حکم ہوا اُونٹ والے کو پکڑو، وہ حاضر ہوا اس نے عرض کی میرے ذمہ نہیں میں اُونٹ پر سوار تھا تو ایک عجیب عورت جو زیور پہنے ہوئے تھی اس کی چھن چھن کی آواز سے اُونٹ بدک کر بھاگا تھا۔ حکم ہوا کہ عورت کے شوہر کو پکڑو۔ وہ حاضر ہوا اس نے کہا، سُنار نے کچھ ایسے زیورات بنائے جس سے اُونٹ ڈر گیا یہ سُنار کا قصور ہے سُنار کو بلایا گیا سُنار سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ بادشاہ نے فرمایا سُنار کو پھانسی پر لٹکا دو۔ سُنار کے گلے میں پھندا ڈالا تو اس کی گردن میں فٹ نہ آیا۔ بادشاہ نے فرمایا ایسے آدمی کو تلاش کرو جس کے گلے پر پھندا فٹ آ جائے چنانچہ تلاش کرنے پر چیلے پر پھندا فٹ آ گیا کیونکہ وہ کھا کھا کر موٹا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد حکمت عملی سے گرو نے اسے بچا لیا۔

یہی حال سعیدی اور اس کے چیلے کا ہے اور ہمارا دور بھی اس ملک کی طرح ہے کہ جسے دیکھو مجتہد بنا بیٹھا ہے جو اس کے منہ میں آتا ہے کہتا جاتا ہے۔

سعیدی کے چیلے نے نہ صرف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر وار کئے ہیں اس نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے قائلین ومؤیدین کو گستاخِ رسول سعیدی کو چند قدم پیچھے چھوڑتے ہوئے اور علم وادب کی تمام حدیں پھلانگ کر رسالہ ''مغفرتِ ذنب'' میں امامِ اہلسُنت کے اس ترجمہ کے قائلین، مؤیدین کو اہلسُنت و جماعت سے خارج، کافر اور گستاخِ رسول قرار دینے کا عظیم کارنامہ سرانجام دے دیا ہے۔

چنانچہ اپنے اسی رسالہ میں متعدد مقامات پر اس کے قائلین ومؤیدین کو ''نیا'' اور ''خطرناک فرقہ'' قرار دیا ہے جو انہیں خارج از اہلسنّت قرار دینے کے مترادف ہے۔ ملاحظہ ہو، صفحات ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۲، ۱۳ بلکہ اس امر کی صراحت بھی کر دی ہے کہ

یہ فرقہ مرزائیوں، خارجیوں اور پرویزیوں جیسا خطرناک ہے چنانچہ صفحہ ۳ پر ''پیش لفظ'' کے عنوان کے تحت بعد خطبہ کے لکھا ہے پھر رسالہ ''مغفرت ذنب'' میں تمام اہلسنّت کی خوب خبر لی ہے۔

اشتہار واجب الاظہار

زبیر حیدر آبادی نے اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس نے لمبا چوڑا اشتہار شائع کیا اس میں نام لے لے کر کافر کہا اور ان برگزیدہ علماء اہلسنّت کو توبہ کی دعوت دی ہے۔

فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) ان دونوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر ان شاء اللہ عزوجل کل قیامت میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی طرف سے ہم تمام اہلسنّت گرو اور چیلے کے خلاف بارگاہِ خداوندی میں اپنا مقدمہ پیش کریں گے۔

بہرحال ان دونوں صاحبان کی تردید میں درجنوں رسالے اور تصانیف لکھی گئی ہیں اور عوام وخواص اہلسنّت کے نزدیک دونوں گرو اور چیلہ دھتکارے جا چکے ہیں اگر ان پر سرپرستوں کا سایہ نہ ہوتا تو عرصہ سے اہلسنّت کے اِن کا نام سننا بھی گوارہ نہ کرتے ان سرپرستوں کے زیرسایہ تمام اہلسنت کے علماء ومشائخ کو خوب گالی بکیں بالخصوص چیلہ تو خوب اس طرح اچھل کود کررہا ہے اور مزے لے لے کر علماء ومشائخ کو گالی بک رہا ہے۔ حضرت عارف رومی والی حکایت اس پر صادق آتی کہ بھیڑ چھت پر شیر کو گالی دے رہی تھی۔ شیر نے کہا تو نہیں گالی دے رہی چھت دے رہی ہے۔ کچھ ان دونوں گرو اور چیلے کا یہی حال ہے۔

گرو کو دارالعلوم نعیمیہ کراچی اور فرید بکسٹال، لاہور نے اور چیلے کو ''جمعیت

علمائے پاکستان'' نے پناہ دے رکھی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کل قیامت میں ان گرواور چیلے کے ساتھ ان کے سرپرستوں سے بھی بازپرس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جن مخالفین نے امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کے ترجمے کی خوبی کے باوجود اسے غلط ترجمہ کہا عمداً یا سہواً خطاً۔ انہیں حق سمجھنے کی توفیق بخشے، آمین۔

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۰ ربیع الاول شریف ۱۴۲۱ھ

ضمیمہ

فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) رسالہ ''کنز الایمان پر اعتراضات کے جوابات'' مکمل کر کے سفر حجاز اقدس اور شام وعراق کے سفر کو چلا گیا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب میں ایک کتاب ''شرح ختم الولایۃ'' ملی۔ اس میں شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ کی تقریر پڑھی اس سے دل باغ باغ ہو گیا۔ اس سے امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھرپور تائید ہے اصل عربی مع ترجمہ ملاحظہ ہو۔

السؤال الخامس والخمسون ومائة

مامضى المغرة التي لنبيناوقدبشر النبين بالمغفر۔

الجواب الغفر الستر فستر عن الانبياء عليهم السلام في الدنيا كونهم نواباعن رسول الله ﷺ وكشف لهم عن ذلك في الاخرة اذقال أناسيدالناس يوم القيامة فيشفع فيهم ﷺ أن يشفعوفان شفاعته ﷺ في كل مشفوع فيه نجسب مايقتضيه حاله من وجوه الشفاعة فبشر النبين بالمغفرة الخاصة وبشر محمد ﷺ بالمغفرة العامة وقدثبت عصمتة فليس له ذنب يغفر فلم يبق اضافة الذنب اليه الاأن يكون هوالمخاطب والقصد أمته كماقيل ☆اياك أعنى فاسمعي ياجاره☆ وكماقيل له فان كنت في شك مماأنزلنااليك فاسأل الذين يقرؤن الكاب من قبلك ومعلوم انه ليس في شك فالمقصودمن هوفي شك من

فالمقصودمن أشرك فهذه صفته فكذلك قيل له ليغفرالله لك ماتقدم من ذنبك وماتأخروهومعصوم من الذنوب فهوالمخاطب بالمغفرة والمقصودمن تقدم من آدم الىٰ زمانه وماتأخرمن الامة من زمانه الى يوم القيامة فان الكل أمته فانه مامن أمة الاوهى تحت شرع من الله وقدقرّرناان ذلك هوشرع محمدﷺمن اسمه الباطن حيث كان نبياوآدم بين الماء والطين وهوسيدالنبيين والمرسلين فانه سيدالناس وهم من الناس وقدتقدم تقريرهذاكله فبشرالله محمدﷺبقوله ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتأخربعموم رسالته الى الناس كافة وكذلك قال ومآأرسلناالى كافة اللناس ومايلزم الناس رؤية شخصه فكماوجه في زمان ظهورجسمه رسوله عليا ومعاذ الى اليمن لتبليغ الدعوة كذلك وجه الرسل والانبياء الى أممهم من حين كان نبياوآدم بين الماء والطين فدعاالكل الى الله فالناس امتة من آدم الى يوم القيامة فبشره الله مالمغفرلماتقدم من ذنوب الناس وماتأخرمنهم فكان هوالمخاطب والمقصود الناس فيغفرالله للكل ويسعدهم وهواللائق بعموم رحمةالتى وسعت كل شئى وبعموم مرتبة محمدﷺحيث بعث الى الناس كافة بالنص ولم يقل أرسلناك الى هذاالامة خاصة ولاالى أهل هذاالزمان الى يوم القيامة خاصة وانماأخبره أنه مرسل الى الناس كافة بالنص ولم يقل أرسلناك الى هذاالامة خاصة ولاالى أهل هذاالزمان الى يوم القيامة خاصة وانماأخبره

أنه مرسل الى الناس من آدم القيامة فهم المقصود ون بخطاب مغفرة الله لماتقدم من ذنب وماتأخروالله ذوالفضل العظيم۔

(انتهىٰ بقدر الفرورة)

تعارف کتاب

یہ کتاب الولایۃ شیخ عارف باللہ حکیم ترمذی صاحب نوادرالاصول کی تصنیف ہے ۱۲۵ سوالات ہیں جن کی تلخیص کر کے شیخ اکبر محی الدین عارف کامل امام ابن العربی نے شرح فرمائی تختی کلاں صفحہ ۱۰۷ مصری خط پر مشتمل ہے۔

(قابل مطالعہ کتاب ہے)

سوال ۱۵۵:

اس مغفرت کا کیا معنیٰ ہے جو ہمارے نبی پاک ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے حالانکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو تو بشارت سے نوازا ہے؟

(ترجمہ اُویسی غفرلہٗ)

الجواب:

الغفر بمعنیٰ الستر ہے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ستر سے نوازا اس لئے کہ یہ تمام حضرات دنیا میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے نائب تھے یہ راز قیامت میں ان کے لیے کھولے گا، کیونکہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے "**انا سید الناس یوم القیامۃ**" میں قیامت میں تمام لوگوں کا سردار ہوں۔ اس وقت حضور نبی پاک ﷺ

تمام انبیاء علیہم السلام کو مغفرۃ خاصہ کی خوشخبری سنائی اور حضور نبی پاک ﷺ کو مغفرۃ عامہ سے نوازا اور یہ عقیدہ تو مسلم ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ مطلقاً معصوم ہیں آپ کا کوئی ذنب ہے ہی نہیں کہ جس کے بخشے جانے کی خبر دی جائے اس اعتبار سے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ بس یہی کہا جائے کہ غفران ذنب کے آپ صرف مخاطب ہیں لیکن درحقیقت اس کا مصداق امت ہے جیسا کہ اس مصرعہ میں ہے:

؎ ایاك اعنی فاسمعی یاجارہ

ترجمہ: اے جارہ میں نے صرف تیرا ہی قصد کیا ہے اسے اچھی طرح سن لے۔

اور اس کے نظائر قرآن مجید میں بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو مخاطب فرمایا

(۱) ”فان کنت فی شك مماانزلناالیك فاسأل الذین یقرؤن الکتاب من قبلك“۔ اور یہ سب کو اعتراف اور معلوم ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کو کسی قسم کا شک نہ تھا اس میں شک کی بات بھی امت کے لئے ہے۔

(۲) اور فرمایا ”لئن اشرکت یحبطن عملك“ سب کو یقین ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ سے شرک کا صدور ممتنع ہے تو ثابت ہوا کہ اس آیت میں بھی اگرچہ خطاب نبی پاک ﷺ کو ہے لیکن مراد وہ جو بھی شرک کا ارتکاب کرے۔

”لیغفرلك اللہ ماتقدم من ذنبك وماتأخر“ کی تحقیق شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا تمہید کے بعد فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا میں ذنب کی اضافت حضور نبی پاک ﷺ کی طرف ہے حالانکہ آپ ﷺ جملہ ذنوب سے معصوم ہیں اس کے باوجود آپ کو خطاب کیا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی مغفرت سے ”تقدم“ سے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آپ کے زمانہ

تک کے لوگ مُراد ہیں اور "تأخر" سے آپ ﷺ کی امت تا قیامت مراد ہے۔

ویسے یہ قاعدہ مسلم ہے کہ اگلے پچھلے تمام لوگ آپ ﷺ کے امتی ہیں کیونکہ ہر امت شرع الٰہی کے ماتحت ہے اور ہم (شیخ اکبر رضی اللہ عنہ) نے دلائل سے دوسرے مقام پہ ثابت کیا ہے کہ شرع الٰہی اسم باطن کے ذریعہ سے شرع محمدی علیٰ صاحبہ الصلوۃ والسلام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ہے "**کنت نبیأو ادم بین الماء والطین**" اس معنی پر آپ ﷺ سید النبین والمرسلین ﷺ ہیں (اس کی مکمل تحقیق گذری، شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کتاب میں بیان فرمائی۔ اسی قاعدہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو آیت "**لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتاخر**" میں خوشخبری سنائی کہ اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ بخش دیئے گئے یہ اس معنی پر ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں (اگلے پچھلے سب) کے رسول ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "**وماارسلناك الاكافة للناس**" (پارہ ۲۲)

ازالۂ وہم

اس سے یہ ضروری نہیں کہ امت اپنے نبی علیہ السلام کے ظاہری جسم مبارک کو بھی دیکھیں اس کی نظیر آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ملک یمن والوں کی طرف سیدنا علی المرتضیٰ وسیدنا معاذ رضی اللہ عنہما کو تبلیغ دعوت کے لئے پیغام رساں بنا کر بھیجا یوں ہی آپ ﷺ جب عالم ارواح میں تھے تو اپنی جانب سے اُمتوں کی طرف انبیاء ورسل علیٰ نبینا وعلیہم السلام کو بھیجا جب کہ انہوں نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔

نتیجہ

اس سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے لوگ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اللہ تعالیٰ نے آیت "**لیغفرلك الله ما تقدم وماتأخر**" میں تمام لوگوں (پچھلے اگلے سب) کی مغفرت کی نوید سنائی۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت میں مخاطب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن مراد تمام لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے) بخشے گا اور انعامات سے نوازے گا۔ اور اس کی عموم رحمت (جو تمام کو محیط ہے) کا اور رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبۂ کمال کے عموم کے لائق بھی یہی ہے کہ آپ بہ نصِ قرآنی تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ اسی لئے "**ومآارسلناك الاكافة للناس**" فرمایا ہے۔ "**ارسلناك الى هذه الامة**" یا "**ارسلناك الى اهل هذاالرسان الى يوم القيامة**" نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے اور الناس سے آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک لے لوگ مراد ہیں اسی لئے آیت "**ماتقدم من ذنبك وماتاخر**" میں گناہوں کی مغفرت کے خطاب میں وہی لوگ میراد ہیں۔ (نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) **والله ذوالفضل العظيم**"۔

(شرح ختم الولایۃ للشیخ الاکبر رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)

نوٹ: امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ چودھویں صدی کے عرب و عجم کے بالاتفاق مجدّد ہیں۔ مجدّد کا کام ہوتا ہے کہ صدی میں مسائل وعقائد کی ایسی تنقیح و تحقیق

کرے جس میں کسی قسم کا کوئی غبار نہ رہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تنقیح تحقیق وتنقید پر تمام اہلسنت نے اعتماد کیا۔ اب کسی سنی عالم کا حق نہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیق سے روگردانی کرے اس سے اس کے اپنے نقصان کے علاوہ سنیت کا سخت نقصان ہے جیسا کہ مغفرت ذنب کے فتنہ کو سب نے آزمالیا۔ اب گذارش ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ترجمہ پر ہی اعتماد کیا جائے جس کی تائید میں فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے رسالہ ''کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات'' فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے درجنوں تفاسیر وتصانیف کے حوالے پیش کئے ان میں یہی ایک حوالہ کا وزن بھی بھاری ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اگر کوئی حوالے ہیں وہ غیر منقح ہیں اس لئے اپنے انجام کی بھلائی اور سنیت کی خیر خواہی کے پیش نظر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر اعتماد کیا جائے۔ ورنہ قیامت میں فیصلہ ہوگا۔

وماعلینا الاالبلاغ

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قلمی جہاد

مصنف:

رئیس التحریر

مفتی محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی

مکتبہ اہلِ سُنّت فیصل آباد

فہرست مضامین

مسملاو محمدلاو مصلیاو مسلّماعلی امام الانبیاء

والمرسلین وعلیٰ آله الطیبین واصحابه الطاهرین وعلیٰ

اولیاء امته الکاملین وعلماء ملته الراسخین

امابعد! قیامت میں شہدا کا خون اور علماء کی سیاہی تولے جائینگے تو علماء کی کتابوں کی لکھی ہوئی سیاہی غلبہ پا جائیگی ان خوش بخت علماء کرام میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی شخصیت بھی ہے جو اپنے ہم جھولیوں سے نمایاں ہونگے اس لئے کہ آپ نے اپنے دور میں اپنے ہم جھولیوں میں سب سے زیادہ کتابیں تحریر فرمائیں طرفہ یہ کہ آپ کی ضخیم تصانیف کا تو کیا کہنا چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ایسے ابحارِ بے مثل ذخار ہیں کہ ہمارے جیسوں کی بڑی تصانیف ان کے ایک رسالہ کے سامنے دریا بے کنارہ کا ایک قطرہ۔ فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے اس دعویٰ کی دلیل میں رسالہ ''اعلیٰ حضرت کا قلمی جہاد'' پیش کیا ہے کہ الحمد للہ اہل علم نے اسے خوب سراہا۔

اب فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) اس کی اشاعت عزیزم کے سپرد کرتا ہے۔ اللہ انہیں دارین میں شاد و آباد رکھے۔ (آمین بجاہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم)

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۳ محرم ۱۴۲۳ھ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّابَعْدُفَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اعلیٰ حضرت کاقلمی جہاد

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنی زندگی کی غرض خود بتائی آپ نے اعلان فرمادیا کہ ''مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اوران کی لگن مجھے عطا کی گئی ہے۔

1...... تحفظ ناموسِ رسالت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کی حمایت کرنا۔

2...... ان کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخ کنی جو دین کے دعوے دار ہیں حالانکہ مفسد ہیں۔

3...... حسبِ استطاعت اور واضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔

(الاجازۃ الرضویہ المکۃ البہیۃ ۳۷،۳۸ قلمی)

اپنی عظیم تصانیف میں بھی یہی فرمایا کہ فقیر کے سپرد ناموسِ رسالت کا تحفظ اورخدمتِ فقہ کی گئی جس کو یہ حسبِ استطاعت انجام دے رہا ہے۔آپ نے ان گستاخانِ بارگاہ رسالت وہابیوں اوردیوبندیوں وغیرہ کے عقائد باطلہ کے رد میں دوسو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔

(الدولتہ المکیہ صفحہ ۱۶۹)

اخلاقی مسائل میں عقائد حقہ اہلسنت کوثابت کرنے کے لیے اورعقائد باطلہ کے رد کے لئے قرآن کریم ،احادیث نبویہ اورفقراء وعلماء وصلحاء سے دلائل کے انبار لگادیئے بعض مسائل پر دوسو سے زائد دلیلیں پیش کیں کہ دشمنِ دین کے فرار کے تمام راستے بند کردیئے۔امام اہلسنت نے ان بے ادب وہابیوں اوردیوبندیوں کے

بے ادبی کے قلعوں اور مرکزوں پر قرآن وحدیث اور اقوال فقہائے کرام سے عظمت مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء کے وہ تیر برسائے کہ ان بے ادبوں کے قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی ان کے فرار کے تمام راستے بند کردیئے پھر ان کے تمام اقوال باطلہ اور عقائد ضالہ کی دھجیاں اڑادیں۔ فرقہائے باطلہ بالعموم اور وہابی دیوبندیوں سب ہی کو امام اہلسنت فاضل بریلوی نے ایسا رائیگاں کردیا تھا کہ بچہ بچہ پہچان گیا تھا کہ یہ تمام باطل پرست اور گمراہ عقیدے سے رکھنے والے اور تمام وہابی اور دیوبندی توحید ورسالت کی توہین کرنے والے ہیں اللہ عزوجل اور اس کے رسول معظم حضور سرور کائنات اروا حنافداہ ﷺ کی جناب میں بدترین بے ادبی اور گستاخی کرنے والے ہیں۔

عظمت الٰہی اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ پر دلائل کا انبار لگاتے ہوئے آپ نے قدم بڑھایا اور دشمن دین کو للکارا کہ

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آپ نے نہایت جرأت وبہادری سے ناموسِ رسالت کے دشمنوں پر واضح کردیا کہ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ بارگاہِ مصطفیٰ میں گستاخیاں کرنے والوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ آپ نے حق پرستوں کو آواز دی

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

آپ نے اس جہاد میں قلم مبارک کے وہ جوہر دکھلائے اور اعدائے اسلام پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ ممکن تلوار بھی ایسے کارنامے سرانجام نہ دے سکتی۔

اہلِ علم کو خوب معلوم ہے کہ دشمنانِ اسلام جس مسئلہ پر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر سمجھے کہ یہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے آسانی سے کوئی بھی اس کو نہ گرا سکے گا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے قلم نے اس کی ایسی دھجیاں بکھیریں کہ دشمن کا وہ مضبوط قلعہ ریت کی طرح بہہ گیا پھر ہمیشہ تک اس کا نام ونشان بھی نہ رہا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے اس جہاد پر کمر بستگی سے پہلے رافضیت اور خارجیت مُسلمہ عقائد کا وجود خطرات میں ڈالے ہوئے ہیں کہ عشقِ مصطفوی ﷺ کے جذبۂ لاہوتی کو ختم کرنے کے لئے نجد کے صحراؤں سے ایک آندھی اٹھتی ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کی تائید ہوتی ہے۔ اور بہت سے سادہ لوح مسلمان توحید پرستی کے زعم میں رسول کو فراموش کر بیٹھتے ہیں، جو کہ ایمان کی اساس ہے۔ مسلم زعماء دھڑا دھڑ ایسی تصانیف پیش کر رہے ہیں۔ جن سے جہاد کی مذمت اور انگریز کی اطاعت کی تعلیم ملتی ہے۔ انگریزی سے سامراج کے سائے میں پرورش پانے والا ہندو بھڑکا رہا ہے۔ وطن پرستی کے نام پر ہندو مسلم علماء کے ایک طبقے کو شیشے میں اتار کر ہندو مسلم سکھ بھائی بھائی کا نعرہ لگا کر دوقومی نظریہ اسلام کی دھجیاں بکھیرنے پر تلا ہوا ہے۔ مسلم زعماء کی اسلامی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ خلافت کی تحریک چلاتے ہیں۔ تو برصغیر کے سب سے بڑے اسلام دشمن مسٹر گاندھی کو منبر و محراب کی زینت بنانے لگتے ہیں۔ مصلحت کے اسیران مسلمانوں کو سبھاش چندر بوس اور پٹیل میں بھی عظمتِ اسلاف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں مسلم تہذیبی اداروں کو ہندو سیاست

کا مرکز بنایا جا رہا ہے۔ اصلاح عقائد کے نام پر حضور نبی کریم ﷺ کی شخصیت آپ کے کردار اور لامتناہی علم کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ امکان کذب باری کے سلسلہ میں خدا کی ذات بھی احتساب سے بالاتر نظر نہیں آتی۔ یہ دور کٹھن بھی ہے اور پُرفتن بھی۔ تحریک ترکِ موالات کے نام پر پہلے سے پسماندہ مسلمان کے گھر لٹوائے جا رہے ہیں۔ مسائل بے شمار ہیں۔ مگر اتنے مصلحین ایک ہی وقت میں کس طرح دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اہلِ ایمان روشنی کی کرن کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ ۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ کو حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے گھر جنم لینے والے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی صورت میں برصغیر کے مسلمانوں کو وہ شخصیت عطا ہوتی ہے جو گفتار کے غازی اور کردار کی دھنی ہے۔ جس کی زبان محبت رسول کی فیض ترجمان بن چکی ہے۔ اس دانائے راز کی نظر مسلمانوں کی سیاسی اخلاقی اور تہذیبی ابتری کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن تحریکات پر بھی پڑتی ہے۔ اس کے ارادوں میں سنگ خارا کی سختی اور سمندروں کی فراخی ہے۔ اس کا حوصلہ پہاڑوں سے سربلند اور فہم انسانی کی وسعتوں سے ماورا ہے۔ اسے احساس ہے کہ اسے جو بھی جنگ لڑنا ہے اسے ایک ہی وقت میں کئی دشمنوں سے جنگ کرنا ہے۔ وہ مدافعت کا ہی نہیں بلکہ غنیم کی صفوں پر آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے انداز بھی جانتا ہے۔

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے جب اسلامیانِ برصغیر کے دلوں میں جھانک کر دیکھا تو انہیں یہ دل عشق مصطفوی ﷺ کی حرارت سے محروم نظر آئے۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک عشقِ رسول وہ مرکز محور ہے جس کے گرد روح ارضی طواف

کرتی ہے۔اُمت حضور کے دلوں کو عقیدت رسول کی تپش سے آشنا کرنے کے لئے آپ نے اپنی تمام فکری، نظری، علمی، عملی، روحانی، قلمی اور ادبی وشعری صلاحیتوں سے کام لیا۔اعلیٰ حضرت بجا طور پر سمجھتے تھے کہ جب تک اُمت اسلام عشقِ رسول ﷺ کو اپنا خضرِ راہ نہیں بنائے گی اس وقت تک منزل آشنا نہیں ہو سکے گی۔عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمعیں ضوفگن کرتے ہوئے جب آپ نے ماحول پر ایک نظر ڈالی، تو ایسی کتب کثیر تعداد میں نظر آئیں۔جن میں سرکار دو عالم ﷺ کی تنقیص اور گستاخی کے پہلو غالب تھے۔اس پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دل تڑپ اُٹھا۔آپ نے ان کتب کے مصنفین کی توجہ کفریہ عبارات کی طرف مبذول کرائی، تو بجائے اس کے کہ حضرات بارگاہ مصطفوی ﷺ میں معذرت طلب ہوتے انہوں نے اسے انا کا مسئلہ بنالیا۔اور اپنی گستاخانہ عبارات کی حمایت میں کتب پیش کرنے لگے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قلم حرکت میں آیا اور آپ مجاہدانہ شان کے ساتھ میدان میں اترے ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں حدیث، سر پر نصرتِ الٰہی کا سایہ اور مردانِ الٰہی کا دور سابق میں یہی حال رہا ہے۔چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام ابواسحاق اسفرائنی کو معلوم ہوا کہ بدعات ہو رہی ہیں پہاڑوں پر تشریف لے گئے ان علماء کے پاس جو مجاہدات میں مصروف تھے۔انہیں فرمایا کہ سوکھی گھاس کھانے والو تم یہاں ہو اور امت مصطفیٰ ﷺ فتنوں میں ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے ہو نہیں سکتا۔امام وہاں سے واپس آئے اور بدمذہبوں کے رد میں نہریں بہائیں۔

(الملفوظ جلد ۱، ص ۸)

(۲) امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی۔ ان کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا! آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس ﷺ کیساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا ہے مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام۔ فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے۔ لاکھ ریاضتیں لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو شخص عزلت نشین ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو نہ اس کے کانوں کو۔ اس سے کہئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔

(الملفوظ جلد ۳، ص ۳۸)

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

اب آپ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے شب روز کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ انھوں نے کتنا عظیم مجاہدہ کیا ہے۔ پوری زندگی خدمت دین اور پیارے مصطفےٰ ﷺ کی بھولی بھالی بھیڑوں کو ہوشیار کرنے اور رہزنانِ دین کی گالیاں سننے میں بسر کی ہے جس کا نقشہ اس سے پہلے والے عنوان میں پیش کر چکا ہوں اور یہ سلسلہ بعد وصال بھی جاری ہے ایک طرف ان کی تصانیف سے حفاظت دین و مسلمین ہوتی جارہی ہے اور دوسری طرف مخالفین کی گالیوں کا بھی تانتا بندھا ہوا ہے، یہی وہ عظیم مجاہدہ تھا کہ ان کے مرشدِ طریقت نے کسی اور ریاضت کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ خلافت

واجازت کیساتھ تمغۂ امتیاز بھی بخش دیا کہ روزِ قیامت اگر احکم الحاکمین نے فرمایا۔ ''آلِ رسول تو میرے لئے کیالایا ہے۔؟'' تو میں احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کروں گا۔

(۳) علامہ ابن الجوزی صفۃ الصفوۃ میں حضرت سفیان بن عینیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔ **''ارفع الناس منزلة من كان بين الله وبين عباده وهم الانبياء والعلماء''**

(ترجمہ) ''لوگوں میں سب سے بلندرتبہ وہ حضرات ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں۔ یہ انبیاء ہیں اور علماء۔''

ایک صحرانشین خلوت گزیں عابد مرتاض صرف اپنے کو نارِ جہنم سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے اور ایک مخلص و بے ریا صاحبِ ہمت ومجاہدہ عالمِ ربانی ایک جہاں کو عذابِ آخرت سے بچانے کی سعی کرتا ہے۔ بھلا یہ اس سے کم کیوں کر ہوسکتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے افضل واعلیٰ ہے بشرطیکہ جو کچھ کررہا ہے اس سے اس کا مقصود ذاتِ احد اور خوشنودیٔ خدا اور رسول عزوجل ﷺ ہو اور یہ شرط تو خلوت گزیں عابد مرتاض کے لئے بھی ہے۔

''ذلک فضل الله يؤتيه من يشاء.''

(معارف رضا شمارہ دہم)

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ سن شعور سے لیکر تا وصال احیائے اسلام کے لئے نہ صرف متفکر رہے بلکہ عملی طور جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنان اسلام کی سرکوبی فرمائی اور آپ کے بالمقابل بھی کوئی معمولی لوگ نہ تھے

بلکہ وہ تو ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس تھے۔اور دنیوی اسباب کی انہیں کسی قسم کی کمی نہ تھی اور ادھر تنہا مرد خدا امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جو آپکو منظر پیش آیا اپنے ایک شعر میں اسے یوں بیان فرماتے ہیں۔

بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کسی کالی کالی ہے

یعنی بادل گرجے بجلی تڑپے اس کے خوف سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے دل پر خوف چھا جاتا ہے کہ جنگل ویران میں ہوں۔اس شعر میں بھی اپنے دور کی سیاسی اور مذہبی زبونی کا حال ظاہر فرمایا ہے اور ساتھ ہی اشارہ فرمایا ہے کہ اسلام کو منانے کیلئے کتنا ہولناک اور بھیانک ماحول تھا کہ دل کانپ جاتا ہے اور خوف سے کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔اس کی تصدیق وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہیں اس تاریک ماحول سے واقفیت ہے۔

سیاست کی پُرخار وادی

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے سیاسی ماحول کا ایک مختصر خاکہ ملاحظہ ہو۔

آزادی کے متوالے شمع حریت پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے میدان عمل میں آگے بڑھ رہے تھے۔ایسے تاریخ ساز لمحات میں بعض حضرات گاندھی کو ولی ثابت کرنے میں مصروف تھے مسلمانوں کے اس موذی دشمن کو مسجد و محراب میں لاکر منبر پر بٹھایا جارہا تھا۔اسی دوران تحریک خلافت چلی اور اس کیساتھ ہی تحریک ترک موالات کا بہت شہرہ ہوا اگرچہ ان تحریکات میں مولانا محمد علی جوہر،مولانا شوکت علی ، مولانا

عبدالباری فرنگی محلی جیسے کئی مسلم رہنما پیش تھے مگر ان تحریکات کو گاندھی اور نہرو جیسے دشمن ہندو لیڈروں کی آشیر باد حاصل تھی بھلا گاندھی کو خلافتِ اسلامیہ کے قیام سے کیا دلچسپی ہونی تھی وہ تو صرف خرمنِ اسلام کو جلتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔ ایسے عالم میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کس طور ملت اسلامیہ کی رہنمائی کی اس کی ایک جھلک مشہور مورخ میاں عبدالرشید کی تحریر میں ملاحظہ کیجئے۔

''آپ (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے میدان سیاست میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی سخت مخالفت کی۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہندو مفادات کو تقویت پہنچا رہے تھے۔ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ تھا کہ کافروں اور مشرکوں سے مسلمانوں کا ایسا اشتراکِ عمل نہیں ہوسکتا جس میں مسلمانوں کی حیثیت ثانوی ہو۔ انہوں نے گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں کو مساجد میں لے جانے کی مخالفت کی کیونکہ قرآن پاک کی رو سے مشرکین نجس اور ناپاک ہیں۔ آپ قائداعظم کی طرح تحریک عدم تعاون اور تحریک ہجرت دونوں کے مخالف تھے کیونکہ یہ دونوں تحریکیں اس براعظم کے مسلمانوں کے مفادات کے منافی تھیں۔ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا تھا کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کی ابھی ایک آنکھ کھلی ہے انہیں چاہئے کہ وہ دونوں آنکھیں کھولیں یعنی ابھی وہ صرف انگریز کی مخالفت دیکھ سکتے ہیں۔ ہندو کا تعصب اور عداوت نہیں دیکھ پائے۔''

(جہان رضا مرتبہ مرید احمد چشتی ۱۴۰۱ھ)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ انگریز دشمنی کے ساتھ ہندو دشمنی کے بھی قائل تھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا دکھاوے کے لئے جب بھی ساتھ دیا تو ساتھ ہی ترک

گاؤ کشی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک موالات کے زمانے میں (۱۹۱۹ء ۱۹۲۲ء) ترک گاؤ کشی کا مطالبہ بھی کیا گیا تو مسلم عمائدین نے سیاسی پلیٹ فارم سے اس کی تائید کر دی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوؤں کے مخفی عزائم کو بھانپ کر ان کی دکھاوے کی دوستی اور مسلم عمائدین کی ہندونوازی کا بھرم کھول کر سلطنت اسلامیہ کے لئے راہ ہموار کی۔

تحریک آزادی ہند کے ایک دور میں بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر اکساتے رہے۔ اس ہجرت کا فائدہ ہندوؤں کو ہی پہنچا۔ کسی ہندو نے ہندوستان نہ چھوڑا بلکہ یہ ملک چھوڑنے والوں کی جائیدادیں اونے پونے داموں میں خریدتے رہے اور جب یہ خود ساختہ مہاجرین ذلت وخواری کے بعد واپس آئے تو ان کے لئے گھر اور گھاٹ دونوں کا تصور خواب بن چکا تھا۔

چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا

رسالہ اعلام الاعلام، انفس الفکر فی قربان البقر اور دوام العیش میں ان ہی مسائل کے بارے میں بحث ملتی ہے۔ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے ترکی کے حکمراں کی حالت چھپی نہ تھی۔ وہ اسے سلطان تو سمجھتے تھے مگر خلافت اسلامیہ کا سربراہ ہونے کے ناطے خلیفۃ المسلمین ماننے کو تیار نہیں تھے۔ آپ کے نزدیک شریعت اسلامیہ میں خلیفہ اسلام کے لئے شرائط اور ان کی اتباع وحمایت کے احکام جدا جدا تھے قدرت نے حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی اس طرح تائید کی کہ ہندوستانی علماء تو گاندھی کو ساتھ ملا کر نام نہاد خلافت کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے اسلام کے بہت سے بنیادی اصولوں سے روگردانی کرتے رہے اور ادھر ترکی کے اندر مصطفیٰ کمال

پاشا نے باطل قوتوں کے خلاف آگ اور خون کے دریا عبور کرتے ہوئے ترکی کی نشاط ثانیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود ہی خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ کمال اتاترک کا یہ اعلان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت، سیاسی پختگی، دینی استواری اور مستقبل بینی کا بین ثبوت تھا یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کی مسلمانوں کی بہبودی کے لئے تمام تدابیر خدا کی تقدیر کا پرتو لئے ہوئے تھیں کہ۔

ڈھلتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

جب سورج چمکنے لگتا ہے تو اس کی روشنی کو کم کرنے کے لئے سائے منڈلانے لگتے ہیں مگر وہ اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں کہ

سورج کا ہے کام چمکنا سورج آخر چمکے گا

آپ کے حاسدین اور معاندین نے آپ کی ہندو دشمنی اور گستاخانہ عبارات پر ان کو ٹوکنے کی پاداش میں آپ پر انگریز دوستی کا الزام عائد کر دیا۔

جب اس الزام کی نوعیت اور اس سے متعلق امور کا جائزہ لیا گیا تو یہ عاشق رسول ﷺ دوسرے تمام حریت پسندوں سے بڑھ کر انگریز دشمن ثابت ہوا۔ آپ کے مزاج آشنا سید الطاف علی بریلوی اس صورت حال کا یوں جائزہ لیتے ہیں۔

"سیاسی نظریئے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں یا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست

اور حکامِ وقت سے بھی قطعاً راہ ورسم نہ تھی۔''

(گناہ بے گناہی ص ۴۳)

اور ڈاکٹر سید الطاف حسین کے لفظوں میں:

''تاریخ میں اس سے بڑا جھوٹ کبھی بولا نہ گیا ہو کیونکہ حقیقت اس کے قطعاً برعکس تھی۔''

بد مذہبی محاذات

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو زندگی میں جن محاذات مذہبی سے مقابلہ رہا ان کی مختصر روئداد حاضر ہے۔

(۱) مرزائی قادیانی محاذ

انگریز کا خود کاشتہ پودا ''قادیانیت'' کی صورت میں زمین میں جڑیں پکڑ رہا تھا۔ انگریزی حکومت ہر ممکن طریق سے قادیانیت کو نواز رہی تھی تاکہ مسلمانوں کی مرکزیت یعنی عشق رسول علیہ وسلم صلی اللہ دم توڑ جائے۔ ناسمجھی یا کم فہمی کی بناء پر بعض دیوبندی اور اہلحدیث علماء کی تحریریں بھی ان کو جواز مہیا کر رہی تھیں۔ اس دورِ پُرآشوب میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (۱۳۴۰ھ) قول فیصل بن کر طلوع ہوئی۔ آپ کی بانگِ درانے قادیانیت کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا۔ اس کے علاوہ السوء والعقاب (۱۳۲۰ھ) المبین ختم النّبین (۱۳۲۶ھ) اور ''قہر الدیان علیٰ مرتد بقادیان'' جیسے علمی وفقہی شہ پارے تخلیق کر کے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی اور مجدد تو کجا ایک عام انسان کے

معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔ ایسے عالم میں جبکہ حکومت وقت قادیانیوں کو زبردستی مسلمان قرار دینے پر تلی ہوئی ہو اور عامۃ الناس بھی انگریز کے اس فرزند کے سیاسی مضمرات سے غیر آگاہ ہوں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں نے بے شمار بھولے بھٹکے مسلمانوں کو پھر سے جادۂ حق پر گامزن کر کے عشقِ سلطان مدینہ ﷺ کی دولت لازوال سے بہرہ ور کر دیا۔

(۲) مذہبی محاذ وہابی دیوبندی

امام اہل سنت کے لئے کٹھن ترین مسئلہ اپنے اسلاف کے مسلمہ عقائد و نظریات کی تبلیغ و ترویج تھی قدرت ان کو ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری کے لئے منتخب کر چکی تھی۔ اعلیٰ حضرت تو عشق کے بندے تھے۔ وہ کسی کو چھیڑنا یا کسی کی دل آزاری کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن جہاں ناموس رسالت مآب ﷺ خطرے میں ہو جہاں حضور ﷺ کی شخصیت کو مسخ کرنے کے کے لئے مختلف ہتھکنڈے آزمائے جا رہے ہوں۔ جہاں حضور ﷺ کی ذات، آپ ﷺ کی نورانیت، بے مثال بشریت، علم غیب کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکیک عبارات لکھی جا رہی ہوں۔ جہاں حضور ﷺ کے خصائص و فضائل سے انکار کیا جا رہا ہو۔ جہاں حضور ﷺ کے محاسن قدسی کو نشانہ بنانے کے لئے بے محل تراکیب اور توہین آمیز تشبیہات و استعارات سے کام لیا جا رہا ہو۔ وہاں آقائے دو عالم افتخار آدم و بنی آدم حضور ﷺ کا یہ غلام کہ جسے عبد المصطفیٰ ہونے کا دعویٰ تھا کب تک خاموش رہتا اور کیوں خاموشی اختیار کرتا؟ اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہتے تو ان کی خاموشی منافقت اور مصلحت اندیشی کا دوسرا نام

ہوتی۔ وہاں تو آتشِ نمرود آپ کو کردارِ خلیل کے لئے آمادہ کر رہی تھی کہ

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ

یہی حکمِ اذاں اب امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا مقدر بن چکا تھا۔ آپ نے گالیاں کھائیں، مخالفین نے آپ پر بدعتی اور مشرک ہونے کے فتوؤں کی بوچھاڑ کر دی شیشے کے گھروں کے مکین آپ کے سخت دشمن تھے۔ آپ کی شخصیت کو مسخ کیا جا رہا تھا آپ پر کچہریوں میں مقدمے چلائے جا رہے تھے دشمنوں نے انگریزی تھانوں میں رپٹ لکھوا دی تھی۔

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مگر اس مردِ حق آزما کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ گالیوں کا خراج وصول کرتا رہا۔ اغیار کی سنگبازی پر مسکراتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ تمام ابتلائیں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالاتری کے نام پر نازل ہو رہی تھیں۔

اب فقط مدافعت کا وقت نہیں رہا تھا بلکہ حریفوں کے قلعوں پر ضرب کاری لگانے کا وقت تھا۔ سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس پر سایہ فگن تھی رحمتِ خداوندی شاملِ حال تھی۔ اس نے زبان سے ڈھال کا اور قلم سے تلوار کا کام لیا اور تمام باطل قوتوں کو للکارتے ہوئے کہا۔

کلکِ رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

عظمت و شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ

علیہ نے عاشقِ رسول ہونے کا حق ادا کردیا۔آپ نے خصائصِ مصطفوی اور مقاماتِ نبوت کے نام پر درجنوں کتب تصنیف کیں۔آپ نے اور آپ کے شاگردوں اور متاثر علماء نے بے شمار مناظرے کئے۔مگر آپ نے کہیں بھی سوقیانہ یا رکیک زبان استعمال نہیں کی البتہ اس زبان پر ضرور اعتراض کیا جو حضور ﷺ کے بارے میں اغیار نے استعمال کی۔

(۳) مذہبی محاذ روافض

قادنیت اور گستاخانِ رسول ﷺ کا تعاقب جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ نے رافضیوں اور خارجیوں کے نظریات پر بھی قرآن وسنت کی روشنی میں مثبت تنقید کی۔اثنا عشری حضرات جب اہل بیت کے نام پر عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کی ہمدردیاں حاصل کررہے تھے اور ڈر تھا کہ یہ فتنہ ملت احناف کی صفوں میں رخنہ اندازی کا باعث نہ بن جائے اس مقصد کی خاطر آپ نے ردالرفضۃ (۱۳۲۰ھ) الادلۃ الطاعنۃ (۱۳۰۶ھ) اور رسالہ تعزیہ داری (۱۳۲۱ھ) تصنیف فرمائے۔ان کتب میں آپ نے شیعہ حضرات کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے ان کی رسوم اور بہت سے عقائد کو دین مصطفیٰ ﷺ سے متصادم قرار دیا۔شیعہ حضرات کی اصلاح کے لئے آپ نے اور بھی کئی رسائل لکھے۔اس ضمن میں بعض رسائل اہلسنت وجماعت کی اصلاح عقائد کے لئے تحریر فرمائے کہ اور کوئی تحریک اصلاح کے پردے میں ان کی تخریب کا سامان مہیا نہ کردے۔

رات بہت سے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

کے مصداق غفلت کی نیند سو رہے تھے۔اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے کاروان عشق مصطفیٰ ﷺ کے لئے حدی خوان کا کردار کیا۔آپ نے نہ صرف ان کفریہ عبارات کا رد کیا بلکہ سلطان دو عالم ﷺ کے مقام و مرتبہ اور خصائل وفضائل واضح کرنے کے لئے درجنوں تحقیقی اور تاریخی کتب تصنیف فرمائیں۔آپ کا نعتیہ مجموعہ ''حدائق بخشش'' عشق حضور ﷺ کی کامل دستاویز ہے۔عشق رسول خدا ﷺ کے ضمن میں آپ کے بدترین مخالف بھی آپ کی رسول خدا ﷺ سے محبت کو آپ کے لئے توشہ آخرت جانتے تھے۔اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے وصال پر جناب اشرف علی تھانوی کا اظہار تعزیت اور آپ کے عشق رسول ﷺ کے جذبہ کو خراج پیش کرنا ہے کہ میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول ﷺ کی بنا پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔

(چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء)

خلاصہ یہ کہ وہ ایک فرد واحد تھا مگر پوری ملت کا ترجمان وہ ایک مرد حق تھا مگر پوری ملت اسلامیہ کے عقائد کا پاسبان وہ غوث الاعظم کے پرچم بردار، امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کا پاسدار، غزالی کے تدبر کا افتخار، رازی کی گرہ کشائیوں کا امانتدار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تعلیمات کا شارح، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی شانِ تجدید کا آئینہ دار، امام فضل حق خیر آبادی کی حق گوئی کا علمبردار اور علامہ کفایت علی کافی کے عشق رسول ﷺ کا دُرِ شاہوار تھا۔اس کا اپنا کوئی تھا وہ تو عمر بھر عظمت وشان مصطفیٰ ﷺ کے لئے مصروف جہاد رہا وہ کسی نئے فرقے کا بانی نہیں تھا بلکہ وہ تو زندگی کی آخری ساعتوں تک اسلام کی نشاطِ ثانیہ کے لئے محو عمل رہا۔وہ کسی جدید نظریے

کا خالق نہیں تھا بلکہ اس کے دل کے دھڑکنیں گنبد اخضرا کی نورانی طلعتوں سے حیاتِ نولیتی رہیں۔مگراس کے باوجود اس کا نام برصغیر پاک وہند میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں سنیت کا اظہاراور عشق رسالت مآب ﷺ کا اعزاز بن چکا ہے۔اب وہ محض ایک شخص نہیں رہا بلکہ اس کا نام لیتے۔

پوری صدی کی داستانِ عشق وعقیدت کا ایک ایک ورق ہماری عقیدتوں کا خراج لے کراس کے وجود تنہا کو پوری صدی پر محیط کر دیتا ہے۔

آخر وہ مجدد ملت جو ٹھہرا
آخر وہ ہمہ صفت موصوف جو ٹھہرا

دیگر مذہبی محاذات

یہ محاذات جنکا فقیر نے مختصر لفظوں میں ذکر کیا ہے جو بین الاقوامی طور مشہور ہیں پھران کی ذیلی ٹولیوں کو دیکھا جائے تو وہ بھی درجنوں نظر آئینگی ان کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے محاذ بھی ملک میں قائم ہوئے جو بظاہر تو چھوٹے تھے لیکن قوت وطاقت کے لحاظ سے بڑے مضبوط اور موٹے تھے مثلاً ندوہ کا فتنہ، سجدۂ تعظیمی کا سجدہ اور غلط مسائل وعقائد فاسدہ کا فتنہ مثلاً ایک جماعت نے کہدیا کہ حضور اکرم ﷺ علی الاطلاق افضل نہیں یا پیر پرستوں کے ایک گروہ نے کہہ دیا کہ سیدنا احمد رفاعی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں وغیرہ وغیرہ۔اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے خداداد صلاحیت سے تمام فتنوں کو نہ صرف دبادیا بلکہ انہیں مٹا کر رکھ دیا۔

حاسدین کی بھرمار

حاسدین کی بھرمار

میرے نزدیک انسان کو سب سے زیادہ دکھ حاسدین سے پہنچتا ہے بالخصوص جتنا مراتب بلند ہوں حاسدین بھی اتنا قدر زیادہ ستاتے ہیں چنانچہ یہی کیفیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کو پیش آئی خود فرماتے ہیں۔

اک طرف اعدائے دیں اک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کڑوڑوں درود

صدمات

ظاہر ہے جو کسی محاذ میں مقابلے پر آئے تو اسے سخت صدمات کا سامنا ہوتا ہے۔امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کو بھی محاذات میں صدمات کا سامنا ضروری تھا۔سب کو بیان کروں تو اسکے لئے دفاتر چاہئیں۔

نمونہ کے طور پر ایک واقعہ پیش کروں جو آپ کو حاسدین کی طرف سے صدمہ پہنچا۔

جناب سید الطاف علی بریلوی اپنا آنکھوں دیکھا حال تحریر فرماتے ہیں کہ:

خود مولانا صاحب کے یہاں ۱۲ ربیع الاول کو خاص الخاص اہتمام سے محفل میلا د ہوتی جس میں یہ قاعدہ تھا کہ داڑھی رکھنے والوں کو تبرک کا ڈبل حصہ اور بے داڑھی والوں کو ایک حصہ دیا جاتا۔کم عمری کی وجہ سے میں بے ریش و بروت تھا۔اس لئے مجھ کو بھی وہی حصہ ملتا تھا۔

مولانا کے مدرسہ میں قرب وجوار کے طلباء کے علاوہ آسام، بنگال، پنجاب،

سرحد، سندھ، اور افغانستان تک کے تشنگانِ علوم دینیہ پڑھتے تھے۔ جنہیں کتب درسی اور قیام وطعام کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ بکثرت طالب علم شہر کی مساجد میں امامت کرتے۔ انہیں کے حجروں میں قیام کرتے اور اہل محلّہ ان کے کفیل ہوتے تھے۔ بعض ذہین طلباء شہر کے بازاروں میں آریہ سماجیوں اور عیسائیوں مشنریوں سے آئے دن مناظرے بھی کرتے تھے۔ ایک ''دارالافتاء'' بھی تھا جو استفتاؤں کی روشنی میں ملک کے طول وعرض میں فتوے ارسال کرتے، مسلمانوں کے باہمی تنازعات کو بھی شرع شریف کی رو سے طے کر یا جاتا۔ اور ہزاروں لوگ مقدمہ بازی کی تباہ کاریوں سے بچ جاتے۔ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت روحانی اوران کے فیصلونکو بے چون و چرا متخالف فریق تسلیم کرتے تھے۔

حضرت کا معمول تھا کہ بعد نمازِ عصر مسجد کے شمال مشرقی حصہ میں جہاں ایک سایہ دار درخت بھی تھا، تشریف فرما ہوتے۔ اس مجلس میں حاضری کی اجازت عام ہوتی، بلا روک ٹوک ہر شخص سوال کرسکتا تھا۔ یہ برکت صحبت مغرب کی اذان تک جاری رہتی۔ مولانا صاحب کی اس مسجد میں جمعہ کے روز بھی خاصی بھیڑ بھاڑ اور رونق ہوتی۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نماز کے لئے ساڑھے تین بجے کا وقت مقرر تھا۔ سارے شہر کے وہ حضرات جو اپنے محلوں کی مسجد میں کسی مجبوری سے بروقت نماز نہ پڑھ سکتے، وہ یہاں آجاتے۔ مولانا کے ہی ایک مرید کڑہ مانرائے کے قریب گلی حکیم وزیر علی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ساڑھے بارہ بجے نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔ جس میں ایسے تمام لوگ آتے جنہیں ریل کے سفر یا کسی اور مجبوری کے باعث جلد نماز جمعہ سے فارغ ہو جانے کی ضرورت ہوتی تھی۔

مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے۔ معقول زمینداری تھی جس کا تما
تر انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرتے تھے۔
مولانا کے اہلِ خاندان کے محلّہ سوداگراں میں بڑے بڑے مکانات تھے۔ بلکہ
پورا محلّہ ایک طرح سے انہیں کا تھا۔ محلّہ کے چاروں طرف ہندوؤں کی زبردست آبادی
تھی۔ کوئی ایک راستہ بھی ایسا نہ تھا۔ جس کے ہردو جانب کثیر التعداد ہندو نہ رہتے
ہوں۔ لیکن مولانا صاحب کا وقار جلال کچھ اس طرح کا تھا کہ ہندو مسلم فسادات کی
سخت کشیدہ فضا میں بھی کبھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ تقسیم ملک کی
ہولنا کیوں کا دور بھی گزر گیا۔ اور ان کے چھوٹے صاحبزادے جناب مصطفیٰ رضا خان
رحمۃ اللہ علیہ اور جملہ اعزہ و متوسلین بخیر و عافیت رہے۔ جسے میں وقوت ایمانی اور

دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی است

کا ایک نادر کرشمہ خیال کرتا ہوں۔ سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت
مولانا احمد رضا خاں بلاشبہ حریت پسند تھے انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت
تھی۔ ''شمس العلماء'' قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے
صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں صاحب و مصطفیٰ رضا خان صاحب کو کبھی تصور بھی نہ
ہوا۔ والیانِ ریاست اور حکامِ وقت سے بھی مطلق راہ و رسم نہ تھی۔ بلکہ بقول الحاج
سید ایوب علی صاحب مرحوم (جن کو ۲۶ سال تک پیش کار رہنے کا شرف ملا) حضرت
مولانا ڈاک کے لفافے پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے۔ یعنی ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم
اور جارج پنجم کے سر نیچے۔ اسی طرح حضرت کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت
میں نہ جائیں گے۔ اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا علمائے

بدایوں سے نماز جمعہ کی اذان ثانی نزد منبر یا صحن مسجد میں ہو، کے مسئلہ پر اختلاف تھا۔ جس کی بناء پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی۔ اہل بدایوں مدعی تھے۔ اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے نام عدالت سے سمن آیا، اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمالِ گرفتاری کی بناء پر ہزاروں عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت خانہ میں جمع ہو گئے۔ نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پاس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیئے۔ دن رات اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب وہ سب اپنی جانیں قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے دفداکاروں اور جانثاروں کا ہجوم جب بہت بڑھ گیا اور محلّہ سوداگراں میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو گھنی آبادی سے دور مسجد نو محلّہ کے قریب ایک کوٹھی میں حضرت کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کوٹھی کے سامنے گورنمنٹ ہائی اسکول کا نہایت وسیع کمپاؤنڈ تھا۔ جس میں کئی لاکھ آدمی سما سکتے تھے، اسی کشاکش کے دوران بدایوں کی کچہری میں مقدمہ کی پیشیاں ہوتی رہیں۔ جن میں بکثرت لوگ بریلی سے بھی جاتے تھے۔ اہل بدایوں کا بھی خاصا اجتماع ہوتا۔ ایک دوسرے کے بالمقابل کیمپ لگتے۔ اور ہر لحہ باہمی تصادم کا خوف رہتا۔ ایک پیشی کے موقع پر میں بھی اپنے چچا صاحب کے ہمراہ گیا تھا۔ اور وہاں پہلی اور آخری بار میں نے اس دور کے مشہور ماہر قانون جناب مولوی حشمت اللہ بارایٹ لاء کو دیکھا۔ یہ سرسید کے دوست تھے ۱۸۹۲ء میں آل انڈیا یا مسلم ایجوکیشنل کانفرس کے اجلاس ہفتم دہلی کے صدر ہوئے۔ فی الوقت میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ مولوی حشمت اللہ صاحب ہی کی کوشش سے مقدمہ مذکور اس طرح خارج ہو گیا کہ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب

کی آن قائم رہی۔یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضرِ عدالت نہ ہوئے۔اور نہ انہوں نے زبانی یا تحریری کسی قسم کی معذرت خواہی کی کیونکہ بعدازاں انتہائی پیمانہ پر مبارک بادیوں کا سلسلہ کئی ہفتے جاری رہا۔محلّہ محلّہ اور کوچہ کوچہ سے جلوس نکل کر سڑکوں پر اس طرح گشت کر کے مولانا صاحب کے دولت کدہ پر پہنچے کہ چھڑکاؤ ہوتا جاتا۔گلاب پاشی ہوتی اور میلا دخوانوں کی ٹولیاں گلوں میں ہار ڈالے جھوم جھوم کر جوش وخروش کے ساتھ خود مولانا کا نعتیہ کلام بلاغت نظام پڑھتے جاتے،مٹھائی اور ہار پھولوں کی خوان پوش سینیاں بھی ساتھ جاتیں،جو منزل مقصود پر حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کردی جاتیں۔حضرت ان سب چیزوں کو مجمع میں تقسیم کرادیتے۔

دوسرا واقعہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی زندگی کا تاریخی اہمیت رکھنے والا واقعہ تحریک خلافت وترک موالات کے تحت ہندو مسلم اتحاد یعنی ہندوستان میں ہر دو اقوام کی متحدہ قومیت کی تحریک کی پرزور مخالفت تھی۔اس وقت صورت یہ تھی کہ جنگ طرابلس وبلقان المیہ مسجد کانپور اور پہلی جنگ عظیم میں سلطنتِ ترکی کی مکمل تباہی نے عامتہ المسلمین کو انگریزوں سے حد درجہ بدظن کر دیا تھا۔ہندو بھی بعداز جنگ حکومت کی جانب سے موجودہ حکومت کو خود اختیاری نہ دیئے جانے اور جلیانوالہ باغ کے ہولناک قتل عام کی وجہ سے سخت مشتعل تھے۔نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں کے خلاف تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت زورشور سے شروع ہوگئی جس میں ہندو اور مسلمان متفقہ طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہتے تھے۔ہندو مسلم بھائی بھائی

اور متحدہ قومیت کا جذبہ اس قدر عروج کو پہنچ گیا تھا کہ آریہ سماجی لیڈر شردھانند جیسے اسلام دشمن کو جامع مسجد دہلی میں تقریر کے لئے لاکھڑا کیا گیا۔ انگریز دشمنی میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ مولانا احمد رضا خان صاحب اور ان کے متبعین بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ لیکن ان کے یہاں ہندو دوستی بھی پسند نہیں کی جاتی تھی۔ اور وہ مشرکین سے موالات کو ملتِ اسلامیہ کے لئے خودکشی کے مترادف سمجھتے تھے۔ لہذا ان کی جانب سے مخالفت کا زبردست دھماکہ ہوا۔ ایسا دھماکہ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی گونج دور دور تک پہنچ گئی مولانا کو یقین تھا کہ مسلمان ہندو قومیت میں ضم ہو گئے تو نہ صرف ان کا دین وایمان خراب ہو جائے بلکہ ان کا سیاسی مستقل بھی تاریک ہو جائے گا۔ انگریزوں کے جانے کے بعد جو جمہوری نظام حکومت قائم ہوگا اور مذہبی بنیاد پر اکثریت واقلیت کا تعین ہوگا۔ اس میں مسلمانوں کی نمائندگی برائے نام رہ جانے کے باعث وہ اپنے قومی وملی تشخص سے بالکلیہ محروم ہو جائیں گے۔ ان کا مذہب، کلچر اور زبان سب فنا کے گھاٹ اتر جائینگے۔ اسی تاثیر کے تحت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جماعت اہلسنّت کے ارکان واکابر نے ہندوستان کے طول وعرض کے دورے کئے۔ گھر گھر پیغام حق پہنچایا۔ کانگریسی مسلمانوں، بالخصوص جمعیۃ العلمائے ہند اور فرنگی محلی علماء سے بڑے بڑے معرکہ مناظرے اور مقابلے ہوئے۔ اور یہ ان کی حق گوئی کا نتیجہ تھا کہ چند سال نہ گزرنے پائے تھے کہ ہندو مسلم موالات کا طلسم ٹوٹ گیا، روزمرہ کی زندگی اور سرکاری ونیم سرکاری محکموں میں ہندوؤں کی فارحانہ بالادستی اور خودغرضی کھل کر سامنے آ گئی۔ شدھی سنگھٹن کی قابلِ نفرت تحریک نے بھی جنم لے کر آناً فاناً ہولناک صورت اختیار کر

لی۔ بظاہر غیر متعصب ہندو کانگرسی رہنماؤں کی مسلم دوستی کی بھی نہرو رپورٹ کی شکل میں حقیقت عیاں ہوگئی۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دوقومی نظریہ پیش کیا تھا۔ اس کو پورے زور شور کے ساتھ عملی جامہ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عقیدت کیشوں نے پہنایا۔ بعد ازاں محمد علی جناح نے ۱۹۳۲ء سے اس نظریہ کو نہایت منظم بنیادوں پر پایہ تکمیل کو پہنچایا اور پاکستان وجود میں آیا۔

فانی ز حیات من آشفتہ چہ پرسند!
مرگے است کہ از ہستی جاوید پیام است

خاتمہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پروانہ شمع رسالت حامی سنت ماحی بدعت پروانہ شمع رسالت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے قلمی جہاد کی برکت ہے کہ آج سنی مذہبی بھروپیوں کے مکر وفریب سے محفوظ ہیں۔ بلکہ یہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پروانہ شمع رسالت حامی سنت ماحی بدعت پروانہ شمع رسالت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی کرامت ہے کہ جو بھی کہیں بھی مسائل وعقائد اہلسنّت سے سرشار ہے اسے مخالفین بریلوی کہتے ہیں اگرچہ وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام تک نہ جانتا۔ بلکہ فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہ) نے آنکھوں سے ایسے بھی دیکھے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دشمنی کا اظہار کرتے ہیں تب بھی مخالفین

کے اس لقب سے نہیں بچ سکتے۔

دور حاضر میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پروانہ شمع رسالت حامی سنت ماحی بدعت پروانہ شمع رسالت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی تحقیق کے خلاف تحریک چلائی جارہی ہے کہ بریلوی مکتبہ فکر کے لوگ اعلیٰ حضرت کے خلاف اپنی تحقیق کو ترجیح دیں لیکن یہ بھی اپنا نقصان کرینگے اور آخرت میں رسواء ہوں گے لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پروانہ شمع رسالت حامی سنت ماحی بدعت پروانہ شمع رسالت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا نام زندہ اور تابندہ ہے اور رہیگا۔

جب تک آسمان پر چاند رہے گا
اعلیٰ حضرت چمکتا ترا نام رہے گا

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری
ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ
۲۷ محرم ۱۴۲۳ھ
بہاول پور۔پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا کا درسِ ادب

مصنف:

رئیس التحریر

مفتی محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی

مکتبہ اہلِ سُنّت فیصل آباد

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

تقدیم

مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

حضرت علامہ محمد فیض احمد اُویسی رضوی دام عنایتھم اپنی علمی نگارشات کے حوالے سے علمائے اہل سنت میں نہایت ممتاز ہیں۔ پیشِ نظر رسالہ بھی آپ ہی کی تصنیف ہے جس کو مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری نے مرتب کیا ہے اور برادرم محمد مقصود حسین قادری اویسی زید مجدہ، چھپوار ہے ہیں مولا تعالیٰ دونوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

اس رسالے میں عاشقِ رسول امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ ادب کی مختلف جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ادب، رسول اللہ ﷺ کا ادب، بیت اللہ کا ادب، مدینہ منورہ کا ادب، صحابہ کرام کا ادب، اہل بیت کا ادب، ساداتِ کرام کا ادب، مسجد کا ادب، شریعت کا ادب، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ادب، بزرگوں کا ادب وغیرہ وغیرہ۔

سچی بات یہ ہے کہ زندگی میں ادب ہی سب کچھ ہے انسان کی پہچان بھی اس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو ادب سکھایا اور آپ کا ادب ہمیں سکھایا، پھر حضور انور ﷺ نے صحابہ کرام کو ادب سکھایا اور ادب کا یہ سلسلہ ایسا چلا کہ چلتا چلا گیا اور دل والوں نے ادب کا لطف اُٹھایا۔ حقیقت میں جو شریعت کے دائرے میں ہے سراسر ادب ہے

اور جو دائرے کے باہر ہے وہ ادب نہیں۔ الحمد اللہ! ہمارے پاس ایک معیارِ ادب ہے۔

ادب کا محبت سے گہرا تعلق ہے، جتنی قوی محبت ہوگی اتنا ہی محبت کا احساس بھی قوی ہوگا، بے ادب کا احساس خوابیدہ مردہ ہو جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ نے **سورۃ النشرح** کی تفسیر میں جب نام نامی اسمِ محمد ﷺ لینا چاہا تو ادب کا یہ عالم نظر آیا کہ القاب وآداب کے دریا بہنے لگے بڑے سائز کے سات صفحات کے بعد نامِ نامی لیا تو پھر بھی یہ فرمایا۔!

در بند آ مباش کہ مضمون نہ ماندہ است
صد سال می‌تواں سخن از زلف یار گفت

ترجمہ: اس خیال میں نہ رہنا مضمون ختم ہوگیا، میں اگر چاہوں تو سو سال تک صرف زلف یار کی باتیں کرتا رہوں۔

یہ سات صفحات کے القاب وآداب جب راقم نے لکھنا شروع کئے تو ۶۴ عام کتابی صفحات پر آئے۔ **اللہ اکبر!** جو ایک رسالہ کی صورت میں بعنوان ''عشق ہی عشق'' (کراچی ۱۹۹۶ء) میں شائع کئے۔ یہ سب ادب کے مظاہر ہیں۔

مسلم معاشرے کی اخلاقی ترقی کا دارومدار ہی ادب پر ہے۔ ادب ہے تو ضعیف بھی قوی ہے، ادب نہیں تو قوی بھی ضعیف ہے، صحابہ کرام کی عظمت اسی ادب میں پنہاں ہے۔ مسلم معاشرے میں مسلمانوں پر جو کفر کے فتوے لگے اس کا تعلق بھی ادب ہی سے ہے۔ ادب کو علم کے پیمانوں سے پرکھا جانے لگا یہ تو محبت کے پیمانے سے پرکھا جاتا ہے، اسی لئے نورِ مجسم، رحمت دوعالم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بہت

سے گستاخوں کے سر قلم کر دیئے گئے۔

ہم ذات کا ادب نہیں کر سکتے اور وہ حضرات آثار کا بھی ادب کرتے تھے اور یہ ادب قرآنِ کریم سے ہی سیکھا تھا جس میں تابوت سکینہ، مقامِ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پیراھنِ حضرت یوسف (علیہ السلام) کا ذکر جمیل ہے۔ حیف! واعظین کا اندازِ خطابت یہ ہو گیا۔ رسول نے کہا، صدیق نے کہا، عمر نے کہا، عثمان نے کہا، علی نے کہا، (صلی اللہ علیہ والہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنھم)

محبت کامل ہو تو اس طرح محبوب کا نام لینے سے بھی لرزتا ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب محبوب کریم ﷺ کی احادیث کا ادب، آثار کا ادب، نشانیوں کا ادب اور پسندیدہ چیزوں کا ادب کیا جاتا تھا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے قاضی جریر کو کھڑے کھڑے حدیث شریف دریافت کرنے پر بیس کوڑوں کی سزا دی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس ٹوپی کیلئے سخت جنگ کی جس میں موئے مبارک (حضور ﷺ) رکھا ہوا تھا اور وہ دشمن کے علاقے میں گر گئی تھی۔ حضرت خداش رضی اللہ عنہ کے پاس بطور تبرک وہ پیالہ محفوظ تھا جس میں حضور ﷺ نے پانی پیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بطور خاص ان کے ہاں جا کر اس پیالے میں زمزم شریف پیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی خستہ اور خجستہ چارپائی حضرت عبداللہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے ہدیتاً چار ہزار درھم میں لی۔ غازی احمد بن فضلویہ نے کبھی بغیر وضو کمان کو ہاتھ نہ لگایا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے کمان استعمال فرمائی تھی۔ یہ ساری باتیں علامہ مفتی محمد امین نقشبندی نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہیں۔ یہ محبت وادب کی باتیں ہیں عقل سے سمجھ میں نہیں آئیں گی۔

مغربی طاقتیں ادب کی معاشی قوت سے آگاہ ہیں اس لئے وہ ادب چھین رہی ہیں اور بے ادبی دے رہی ہیں۔ گویا زندگی چھین رہی ہیں موت دے رہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ہمارے دل بنجر ہو رہے ہیں، دلوں میں محبت کے پھول کمبلا رہے ہیں، نفرتوں اور عداوتوں کے خار پھل پھول رہے ہیں۔ اس وقت مسلم جوانوں بلکہ بوڑھوں کو بھی ادب کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ملّتِ اسلامیہ میں جو ہمہ گیر انتشار پیدا ہو گیا ہے یہ اتحاد و اتفاق سے بدل جائے پھر وہی سازگار فضا نظر آئے جو ماضی میں ہم دیکھ چکے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو باادب بنائے، ادب ہی میں زندگی کی بہار ہے، ادب ہی زندگی کا جمال ہے، ادب ہی زندگی کا نکھار ہے، ادب ہی زندگی کی روشنی ہے، ادب ہی زندگی ہے۔

آمین اللّٰھم آمین

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی، سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۰/ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

۲۵/ مارچ ۲۰۰۲ء

بروز پیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اظہارِ خیال

علامہ جمیل احمد نعیمی

ادب کا لفظ اردو زبان میں متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ہمارا روئے سخن، جس ادب کی طرف ہے وہ قرآن کریم اور حدیثِ رسول کریم ﷺ میں تکریم وتعظیم اور عزت واحترام کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس وقت احقر کے پیش نظر فاضل جلیل عالم نبیل شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد صاحب اُویسی رضوی دامت برکاتہم العالیہ کا جو مختصر سا رسالہ بعنوان......

"امام احمد رضا کا درس ادب"

بظاہر یہ رسالہ مختصر ہے لیکن معانی اور مفاہیم کے لحاظ سے بڑا اہم رسالہ ہے۔ دنیا کے حکمرانوں کی حکومت وسلطنت کے قوانین اور ان کے ادب واحترام کے جو تقاضے ہوتے ہیں ان کو ان کے جیسے انسان ہی بناتے اور ترتیب دیتے ہیں لیکن بارگاہِ نبوت و رسالت کے ادب واحترام کے قانون کو خالقِ کائنات نے ترتیب دے کر تمام بنی نوع انسان کو بالعموم اور اہلِ ایمان کو بالخصوص یہ بتایا کہ میرے پیارے محبوب سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ عظمت پناہ ودربار گوہر بار ہے۔ کہ جس کا ادب واحترام میں بتا رہا ہوں اور یہ بتا دیتا ہوں کہ میرے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بارگاہ میں ادنی

سی گستاخی اور بے ادبی بھی تمہارے اعمال ہی نہیں بلکہ تمہارے ایمان کو بھی ختم کر دے گی۔ اس موضوع پر قرآن عظیم کی مختلف آیات شریفہ اور احادیث مبارک شاہد ہیں۔ صفحات کی تنگ دامنی کے سبب کوئی طویل مضمون اس موضوع پر تحریر نہیں کیا جا سکتا جہاں تک کہ مجدد دِین ملت، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے عشق ومحبت اور حضور انور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کا معاملہ ہے اس کا تو اقرار واعتراف یگانوں نے بلکہ بیگانوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اس عجالہ نافعہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ احقر اس سلسلہ میں علامہ محمد فیض احمد اُویسی صاحب کی کاوش کے ساتھ عزیز محترم ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری زید مجدہ' اور ان کے شریکِ سفر برادرم محمد مقصود حسین قادری اُویسی زید مجدہ' کو بھی دل کی گہرائیوں سے خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان حضرات کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم.

جمیل احمد نعیمی عفی عنہ
ناظم تعلیمات دار العلوم نعیمیہ
دستگیر، فیڈرل بی ایریا، کراچی

۱۹/ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ
۴/۳/۲۰۰۲ء
بروز پیر

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّابَعْدُفَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

امام احمد رضا کا درسِ ادب

مشہور مقولہ ہے، الآداب الاسلام کلہ، اسلام سارے کا سارا ادب ہی ہے گویا جس میں ادب نہیں، اس میں اسلام نہیں ایسے ہی جس کے ہاتھ جتنا ادب ہوگا اتنا ہی اس کے پاس اسلام ہوگا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پروانہ شمع رسالت حامی سنت ماحی بدعت پروانہ شمع رسالت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا اوڑھنا بچھونا ادب ہی ادب ہے۔ بچپن سے لے کر وصال تک ادب کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اس کا اعتراف آپ کے دشمنوں کو بھی تھا۔

الفضل ماشهدت به الاعداء

فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی عفرلہ) اس مقالہ میں آپکے حالات زندگی سے چند اقتباسات اور آپکی تحریر کے چند نمونے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی حیات سرتاپا ادب اور عشق سے تعبیر تھی۔

آدابِ الٰہی

ترجمہ تسمیہ

''اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا'' اس میں سبق۔

دیا کہ ابتداء اللہ ہی کے نام سے ہو اور یہی مقصود انسان ہے دوسرے مترجمین کا حال سب کو معلوم ہے۔

اعداد تسمیہ

بسم اللہ شریف کے اعداد ۷۸۶ ہیں اور عام طور پر لوگ پہلے ۷ پھر ۸ اور پھر ۶ لکھتے ہیں لیکن امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پہلے ۶ پھر ۸ اور پھر ۷ لکھتے گویا اعداد کو بھی دائیں طرف سے شروع فرماتے تاکہ بسم اللہ شریف کو الٹا لکھنے کی گستاخی کا ارتکاب نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کو ''میاں'' نہ کہو

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ، اللہ رب العزت کے اسم مقدس کے ساتھ لفظ ''میاں'' کا استعمال ناجائز قرار دیتے تھے کیونکہ ''میاں'' خاوند کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میاں صاحب، میاں جی، بزرگ و معزز آدمی کو بھی کہا جاتا ہے اور ''میاں'' ایک ذات بھی ہے اس لئے اہلسنّت کی تمام مستند کتب وفقہ میں اس لفظ کے استعمال کی ممانعت ہمراہ اسم گرامی رب ذوالجلال ناجائز قرار دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ اللہ کریم، اللہ رب العزت، اللہ جل شانہ اور دیگر صفاتی ناموں کا استعمال کرنا چاہیے۔

ہمارے ہاں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ لفظ ''میاں'' بولا اور لکھا جانے لگا ہے اور گھروں میں چھوٹے بچوں کو یہی پڑھایا جاتا ہے مگر ایسے الفاظ جو عام لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوں اللہ کریم کے لئے استعمال

کرنا درست نہیں۔افسوس تو یہ ہے کہ پڑھے بلکہ خود کو علماء کہلوانے والے بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ ٹھٹھا مخول سے منزہ ہے

قرآن مجید میں جہاں بھی استہزاء کی آیات مبارکہ وارد ہیں اکثر مترجمین اللہ تعالیٰ کے لئے مخول و دیگر بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ادب کو مدنظر رکھ کر ترجمہ کیا اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ مکر اور چال سے منزہ ہے

قرآن مجید میں جہاں لفظ مکر کی نسبت اللہ کی طرف ہوئی ہے امام احمد رضا قدس سرہٗ نے خفیہ تدبیر کا معنی کیا ہے اور دوسرے مترجمین کی بے ادبی گستاخی سب کو معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ابدی

جن آیات سے معتزلہ نے علم الٰہی کے متعلق ٹھوکر کھائی ان آیات کا ترجمہ دوسرے مترجمین نے وہی کر ڈالا جس سے معتزلہ کی تائید اور علم الٰہی کے تنقیص اور تحقیر کا پہلو نکلتا ہے۔امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ایسے طریقے سے ترجمہ کیا کہ معتزلہ کی تردید اور اہلسنّت کے مذہب کی تائید اور علم الٰہی کی تحسین کا پہلو نمایاں ہے فقیر نے صرف بطور نمونہ مختصراً اشارے لکھ دیئے ہیں۔

(تفصیل محاسن کنزالایمان میں پڑھیئے)

الوہیت کی بلند شان

اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ کنزالایمان میں اللہ رب العزت کی طرف سے نبوی خطاب کے لئے لفظ ''تم'' استعمال کیا ہے یہ اللہ کی ذات کا ادب ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے اور ہمیشہ اعلیٰ کا خطاب اپنے سے کم مرتبہ کو ''تم'' کے لفظ سے ہوتا ہے اور لفظ آپ ادنیٰ اعلیٰ کو کہتا ہے اعلیٰ حضرت نے فرق رتبہ کے پیش نظر تم لکھا ہے دوسرے لوگوں نے آپ لکھا ہے انہیں فرق رتبہ کا خیال وتصور نہ رہا آج بھی لوگ اس پر حیران ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے آپ کیوں نہ استعمال کیا۔

امام الانبیاء علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب

حضور سرور عالم ﷺ کے ادب وعشق کی علامت اپنے دور میں امام احمد رضا بریلوی ہی تھے۔ سب سے پہلے فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہ) آپ کے مخالفین کی تصریحات پیش کرتا ہے۔

مولانا کوثر نیازی نے اپنے مقالہ میں بیان کیا کہ میں صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی شیخ الحدیث حضرت مولانا مولوی محمد ادریس کاندھلوی سے لیا ہے کبھی کبھی اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ) کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے مولوی صاحب (اور یہ مولوی صاحب ان مولوی ادریس کاندھلوی کا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا محدث بریلوی کی بخشش انہی فتوؤں کے سبب ہو جائیگی اللہ تعالیٰ فرمائے گا احمد رضا خان بریلوی تمہیں ہمارے رسول ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں پر بھی تم نے کفر کا فتویٰ لگادیا جاؤ اسی ایک عمل سے ہم نے

تمہاری بخشش کردی۔

مولوی اشرف علی تھانوی جو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے سب سے بڑے حریف سمجھے جاتے تھے وہ بھی آپ کے وصال کا سن کر کہہ اُٹھے کہ مولانا احمد رضا خان نے ہم پر کفر کے فتوے اس لئے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ میں نے توہین رسالت ﷺ کی ہے اگر وہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، از مولانا کوثر نیازی مطبوعہ، کراچی)

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگوی صاحب جن کو مخالفین نے صرف اور صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تردید کے لئے رسائل لکھوانے اور چھپوانے پر مقرر کر رکھا تھا۔ وہ بھی اپنے رسالے ''اشد العذاب'' میں اشرف علی تھانوی صاحب کے حوالے سے یہی قول نقل کرتے ہیں۔

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کا اپنا دعویٰ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کو پیغمبر اسلام ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ ایک دن انہوں نے کہا کہ اگر کوئی میرے دل کے دو ٹکڑے کرے تو وہ دیکھے گا کہ ایک پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوا ہے اور دوسرے پر محمد رسول اللہ ﷺ۔

(سالنامہ معارف رضا، شمارہ ۱۹۸۳، مطبوعہ کراچی)

یادِ الٰہی اور ذکرِ رسول ﷺ میں استغراق

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ساری زندگی کوئی بھی صبح ایسی آغاز نہ کی

جو نام الٰہی سے شروع نہ ہوتی ہو اور کسی دن کی آخری تحریر درود شریف کے سوا کسی اور لفظ پر ختم نہیں فرمائی سب سے آخری تحریر ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ یوم جمعۃ المبارک کو وصال سے چند لمحے پیشتر سپرد قلم کی وہ یہ تھی:

صلی اللہ علیٰ سیدنا و مولانا

محمد و آلہ و صحبہ وسلم اجمعین

(معارف رضا ۱۹۸۶ء مطبوعہ کراچی)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا احترام

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی کتابت میں درود و سلام کا وہی اہتمام ہونا چاہیے جو زبان سے ادائیگی میں ہوتا ہے چنانچہ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ صلعم لکھا ہوا ہے اور یہ سخت ناجائز ہے یہ بلا عوام تو عوام چودہویں صدی کے بڑے بڑے اکابر و فحول کہلانے والوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی صلعم لکھتا ہے تو کوئی صللم کوئی فقط ص کوئی علیہ الصلوۃ والسلام کے بدلے عم یا ع۔م ایک ذرہ سیاہی یا انگلی بھر کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت بچانے کے لئے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑتے اور محرومی و بے نصیبی کا ڈانڈا پکڑتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلا وہ شخص جس نے درود شریف ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں فتاویٰ تاتارخانیہ سے منقول ہے۔

من کتب علیہ السلام الھزۃ والمیمی یکفونہ

تحفیف و تخفیف الانبیاء کفر

یعنی کسی نبی کے نام پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہو جاتا ہے کہ یہ ہلکا کرنا ہوا اور معاملہ شان انبیاء سے متعلق ہے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے شک نہیں کہ اگر معاذ اللہ قصداً شان استخفاف ہو تو قطعاً کفر ہے حکم مذکورہ اسی صورت کیلئے ہے یہ لوگ صرف کسل کاہلی نادانی جاہلی سے ایسا کرتے ہیں۔ تو اس حکم کے مستحق نہیں مگر بے برکتی بیدولتی کم بختی زبون قسمتی میں شک نہیں۔

قلم بھی ایک زبان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ مہمل بے معنی صلعم لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یوں ہی کچھ الم غلم بکنا، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فبدّل الذین ظلمواقولا غیرالذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموارجزامن السماء بماکانویفسقون

جس بات کا حکم ہوا تھا ظالموں نے اسے بدل کر اور کچھ کر لیا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کے فسق کا۔ وہاں بنی اسرائیل کو فرمایا گیا تھا۔

قولواحطۃ یوں کہو کہ ہمارے گناہ اترے انہوں نے کہا۔ حطۃ یہ لفظ بامعنی تو تھا اور اب بھی ایک نعمت الٰہی کا ذکر تھا، یہاں حکم یہ ہوا ہے۔

یاایھاالذین امنواصلواعلیه وسلمواتسلیما

اے ایمان والو! اپنے نبی پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلی آله وصحبه ابدا

اور یہ حکم وجوباً خواہ استحباباً ہر نام اقدس سننے یا زبان سے لینے یا قلم سے لکھنے

پر ہے۔تحریر میں اس کی بجا آوری نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے میں تھی اسے بدل کرص۔ع۔م کرلیا جو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا کیا اس پر نزول عذاب کا خوف نہیں کرتے والعیاذ باللہ رب العالمین یہ تو محل درود ہے جس کی عظمت اس حد پر ہے کہ اس کی شخصیت میں پہلو کفر موجود اس سے اتر کر صحابہ واولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کی جگہ رض لکھنے کو علماء کرام نے مکروہ باعث محرومی بتایا سید علامہ طحطاوی فرماتے ہیں۔

بکره الرهذبالترضى بالكتابه بل يكتب ذالك كاله بكماله

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ

ومن اغفل هذاحرام خيراعظيما وفوت فضلا جسيما

جو اس سے غافل ہوا خیر سے غافل ہوا خیر عظیم سے محروم رہا اور بڑا افضل اس سے فوت ہوا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔یوں ہی قدس سرہٗ یا رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جگہ ق یا رح لکھنا حماقت وحرمان برکت ہے ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہیے توفیق رفیق عطا فرمائے۔(آمین)

(فتاویٰ افریقہ از امام احمد رضا قدس سرہ)

نوٹ:(فقیر اُویسی کا اس موضوع پر مستقل رسالہ باعنوان کراہیت صلعم ہے)

آداب حدیث پاک

ہم جس طرح اسلاف صالحین سے آداب حدیث شریف کے متعلق پڑھتے سنتے آرہے ہیں امام احمد رضا خان قدس سرہٗ اس کی تفسیر کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

1) آپ درس حدیث بحالت قیام دیا کرتے۔

2) احادیث کریمہ بغیر وضو نہ چھوتے اور نہ پڑھایا کرتے۔

3) کتب احادیث پر کوئی دوسری کتاب نہ رکھتے۔

4) حدیث کی ترجمانی فرماتے ہوئے کوئی شخص درمیان حدیث اگر بات کاٹنے کی کوشش کرتا تو آپ سخت ناراض ہوجاتے۔ یہاں تک کہ جوش سے چہرہ مبارک سرخ ہوجاتا۔

5) حدیث پڑھاتے وقت دوسرے پاؤں کو زانو پر رکھ کر بیٹھ جانے کو ناپسند فرماتے کہ یہ بت پرستی کا طریقہ ہے ویسے عام طور بھی ایسے بیٹھنا ناپسندیدہ فعل ہے۔

حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا سینہ عشق رسالت ﷺ کی سرشاریوں سے لبریز تھا اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے نگاہیں شادکام ہوتیں، یا درس حدیث دیتے تو اس وقت ان کی وارفتگی کا عالم دیدنی ہوتا اور فیضان محمدی ﷺ کی موسلا دھار بارش میں ان کا سارا وجود بھیگ جاتا۔ دلوں کے اطمینان اور یقین واذعان کی دولت سے سرفراز ہونے کے لئے میں آنے والے اس محسوس واقعہ کو سب سے بڑی شان شہادت قرار دیتا ہوں۔

مفتی غلام سرور قادری رقم طراز ہیں۔ جامع مسجد ہارون آباد کے امام اور غلہ منڈی ہارون آباد کی مسجد کے خطیب مولانا مولوی احمد الدین صاحب فاضل مدرسہ انوار العلوم نے راقم الحروف کو بتایا کہ میں نے حضرت علامہ فہامہ محقق اہلسنّت مولانا مولوی نور احمد صاحب فریدی رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا یہ فرماتے سنا کہ عارف باللہ امام اہلسنّت حضرت مولانا مولوی سید پیر مہر علی شاہ صاحب قبلہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد فرماتے تھے کہ آپ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھا رہے تھے۔ فرماتے تھے مجھے یوں محسوس ہوتا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضور پرنور ﷺ کو دیکھ دیکھ کر آپ ﷺ کی زیارت شریف کے انوار کی روشنی میں حدیث پڑھا رہے ہیں۔

(الشاہ امام احمد رضا، از مفتی غلام رسول سرور، مطبوعہ ساہیوال)

نوٹ: یونہی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا بریلی شریف جانا ہوا تو مذکورہ بالا کیفیت سے بھی بڑھ کر احوال بیان فرمائے ہیں۔ تفصیل فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہ) کی تصنیف ''تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبدالقادر'' میں ہے۔

احترام سادات کرام

صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے سادات پر دل وجان سے فدا تھے۔ آپ اپنے منظوم شجرہ عالیہ قادریہ میں فرماتے ہیں کہ

دو جہاں میں خادم آلِ رسول اللہ کر
حضرت آلِ رسول مقتدا کے واسطے

اس موضوع پر حضرت سید صابر حسین شاہ صاحب قادری مدظلہ نے احترام سادات اور امام احمد رضا میں بہترین مواد جمع فرمائے ہیں۔ فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہ) چند واقعات پیش کرتا ہے۔

احترام اولاد سادات

عاشق رسول ﷺ امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے سادات

کرام کے احترام میں کبھی بھی سن وسال، قد وقامت، عالم وجاہل، امیر وغریب، نیک وبد، بچہ وبوڑھا کا امتیاز رکھ کر حسن سلوک نہ فرمایا بلکہ ہمیشہ رشتہ خون کا لحاظ رکھتے ہوئے سیدزادے کے ساتھ نیازمندی کا رویہ روا رکھا اولادِ سادات سے آپ کی محبت وعقیدت اور احترام قابل رشک ہے۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ سید کے لڑکے سے جو شاگرد ہو یا ملازم دینی یا دینوی خدمت لینا اور اس کو مارنا جائز ہے یا نہیں۔

امام احمد رضا خان محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جواب میں فرماتے ہیں۔ ذلیل خدمت اس سے لینا جائز نہیں نہ ایسی خدمت پر اسے ملازم رکھنا جائز ہے جس خدمت میں ذلت نہیں اس پر ملازم رکھ سکتا ہے بحال شاگرد بھی جہاں تک عرف اور معروف شرعاً جائز ہے لے سکتا ہے اور اسے مارنے سے مطلق احتراز کرے۔

اسی طرح کسی شخص نے پوچھا سید کے لڑکے کو اس کا استاد مار سکتا ہے یا نہیں۔ اس کا بھی جواب محبّ سادات امام احمد رضا خان محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے نہایت ہی بصیرت افروز جواب عنایت فرمایا ملاحظہ فرمائیے:

''قاضی جو حدود الہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجود یہ کہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے۔

''تا بہ معلم چہ رسد''

(ملفوظات از مولانا مصطفیٰ رضا خان)

جناب سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لئے کاشانہ اقدس میں ملازم ہوئے بعد میں معلوم ہوا کہ سیدزادے ہیں۔لہذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحبزادے سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادے ہیں۔کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے، چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین رضوی، جلد اول، صفحہ ۲۰۱)

پیغمبر اسلام ﷺ سے امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کو اتنی محبت تھی کہ وہ تمام سیدوں اور ان کی اولاد کی بے انتہا عزت کرتے تھے،ان کا معمول تھا کہ وہ عید کے دن سب سے پہلے ایک سید کا ہاتھ چوم کر مبارک باد پیش کرتے تھے۔امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اور ان کے خاندان والے مولود کی محفلوں میں سیدوں کو دوہرا حصہ دیا کرتے تھے۔

(ایضاً صفحہ نمبر ۲۹۳)

اور یہ اثرات آپ کے خاندان میں تا حال موجود ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے محبت کرنے والے اسی طریقہ کار کے قائل و عامل رہے۔

احترام سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بچپن سے بارگاہ قادریت کا ادب ملحوظ رہا چھ برس کی عمر میں معلوم ہو گیا کہ بغداد شریف کس سمت ہے اس وقت سے تا زندگی ادھر کبھی پاؤں نہ پھیلایا سمت قبلہ کا احترام تو آداب شرع میں داخل ہے مگر سمت مرشد کا ادب بارگاہ عشق کا حصہ ہے اس

لئے اعلیٰ حضرت نے فتوے کی زبان میں لکھا کہ جانب شمال پاؤں پھیلا کر سونے میں کوئی ممانعت نہیں ہاں اگر اس خیال سے احتراز ہو کہ اس سمت بغداد شریف ہے اور مسجد اقصیٰ قبلہ انبیاء ہے تو یہ ایک معقول وجہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ)

سگِ غوث امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

آپ عموماً خطوط لکھنے یا تحریر ختم کرنے میں اپنے نام سے پہلے سگِ درگاہ قادریہ وغیرہ لکھتے ایک خط میں آپ نے حضرت مولانا انوار اللہ مرحوم کو لکھا سلام مسنون کے بعد یہ سگِ بارگاہ بےکس مقام قادریت الخ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ۔

(معارف رضا، کراچی ۱۹۹۳ء)

نوٹ: غوث پاک رضی اللہ عنہ سے عقیدت کا مفصل ذکر فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہ) کی شرح حدائق بخشش کا مطالعہ کیجئے۔

گیارہویں کی شیرنی

محدث اعظم مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فتاویٰ پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شرینی منگائی اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ کر کے دستِ کرم سے شیرینی مجھ کو عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پلنگ سے اٹھ کھڑے ہوئے سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت

رحمۃ اللہ علیہ زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے سمجھ میں نہ آیا کیا ہو رہا ہے دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس ذرے کو نوکِ زبان سے اُٹھا رہے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکارِ غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے یہ واقعہ رزق کی کی تعظیم کے ساتھ ساتھ بارگاہِ غوثیت کے اعزاز کا بھی پتہ دیتا ہے اب میں سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ کچھ نہیں یہ آپ کے جدِ امجد سرکار غوثیت کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کے لئے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا مقصود تھی بلکہ درحقیقت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ''چوں قلم در دست کاتب'' تھے۔

(معارف رضا، کراچی ۱۹۹۰ء)

نوٹ: اس واقعہ پر تبصرہ و تحقیق مزید فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہ) کے رسالہ برکات گیارھوں شریف کا مطالعہ فرمائیے۔

آداب مدینہ پاک

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا!

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

مدینہ کی گلیوں کا ادب

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

مدینہ طیبہ جانے کی آرزو اہل دل کے لئے ہمیشہ سرمایہ عشق ومحبت رہی ہے، کوئے حبیب تک پہنچنے کے لئے عشاق نے جو جتن کئے ہیں ان کے نقوش ہمیں شاعروں کے اشعار، نعت خوانوں کے نغموں اور مدحت سراؤں کے قصائد میں جا بجا نظر آتے ہیں حضرت عطار، رومی، سعدی، حافظ اور جامی قدس سرہم جیسے اہل دل نے کوئے جاناں کی آرزو میں جن جذبات کا اظہار کیا ہے۔ وہ اہل ذوق سے پوشیدہ نہیں۔ ان بزرگوں کے اظہار تمنا کا انداز اتنا شیریں اور موثر ہے کہ دل چاہتا ہے کہ زندگی کی ساری وسعتیں کوچہ محبوب کی آرزو میں سمٹ جائیں اور کائنات کی ساری رعنائیاں راہِ حبیب کی تلخیوں کی نذر کردی جائیں اگرچہ ایسے جذبات ہر شاعر کے کلام میں جھلکتے نظر آتے ہیں جس سے آستان حبیب تک پہنچنے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ طیبہ کی گلیوں میں جس انداز سے پہنچتے ہیں، وہ ان کے عشق مدینہ کے کمال کا مظہر ہے کوئے حبیب کے ادب کے پیش نظر وہ قدموں کے بجائے سر وچشم بچھاتے چلے جاتے ہیں۔

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے! یہ جا چشم وسر کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جان نو
یہ راہ جانفزا میرے مولا کے در کی ہے

مدینہ پاک کی چڑیوں کا ادب

دیارِ حبیب کے کتوں کو دل کا نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ شہر حبیب کی چڑیوں کو دعوت شوق پیش کرتے ہیں۔ کہ صحرائے مدینہ کی چڑیوں آؤ میں تمہاری بلائیں لوں، تمہارے لئے اپنے جسم کا پنجرہ بناؤں۔ اسمیں تمہارے بیٹھنے کے لئے اپنے دونینوں کی جگہ بناؤں، تمہارے کھانے کے لئے اپنے کلیجے کا چوگا بنا کر حاضر کروں، اگر پانی مانگوتو آنسوؤں سے اپنی ہتھیلیاں بھر کر پیش کروں اور اگر تمہیں دھوپ کی شدت سے اذیت ہوتو تم پر اپنے بالوں کا سایہ کردوں سبحان اللہ بزبان ہندی، شہر حبیب کی چڑیوں کی دعوت کا منظر ملاحظہ ہو۔

میں بھاروچھنے من کا پنجرا بناؤں
نینن کی رکھ دیوں دوور کریاں
میں اپنے کر جوا کا چوگا بناؤں
جو جل مانگو ورو بھر دیوں تلیاں
داہو ماں تمکا جو گھا مے ستاوے

عاشق اور پھر عشق حبیب خدا عزوجل ﷺ کی شان کیا ہے۔ اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو قدرت نے کتنی فیاضی کے ساتھ یہ دولت عشق عطا فرمائی ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

پاک مدینہ کی ہر شے کا ادب

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں خاک طیبہ، خار صحرائے طیبہ، صبح طیبہ، باغ

طیبہ، ہوائے طیبہ، غرضیکہ سگانِ کوچہ مدینہ، بھی محبوب ہیں، وہ ان چیزوں کو جنہیں کوچہ حبیب سے ذراسی بھی نسبت ہے دارا وسکندر کی شہنشاہی اور جامِ جم کی جہانگیری سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ انہیں مدینہ کی گلیوں میں پھرنے والا فقیران گلیوں میں گدا گری کرنا، ان گلیوں میں جھولی پھیلائے پھرنا، اور پھر بھیک لینے کے لئے آواز لگانا دنیا کی ساری راحتوں اور عظمتوں سے خوش تر دکھائی دیتا ہے۔ انہیں اس گلی کا گدا ہونا باعث صد افتخار ہے۔

کوچہ طیبہ کی گدائی کی وجہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں مدینہ پاک کی گلیاں نور سے معمور ہیں یہاں ابر رحمت گھر گھر پر برستا ہے یہاں اغنیاء کو بھی پناہ ملتی ہے۔ یہاں نوری فرشتوں کی ٹولیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔

اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا

مدینہ پاک کی گلیوں میں نور کی خیرات بٹتی ہے جہاں سے چاند اور سورج اپنا اپنا حصہ لے کر ابھرتے ہیں اور فرمایا کہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارہ نور کا

اس نورنی بارگاہ کا جاہ وجلال کس بیان میں آسکتا ہے وہ الفاظ کہاں سے لائیں جو کوچۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیتوں کو بیان کریں اور وہ بیان کہاں سے ملے جو اس عالی دربار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رکھے جاہ جلال اور انتظام وانصرام ملاحظہ ہو۔

لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر
لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں!
وردیاں بولتے ہیں ہرکارے
پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک کی گلیوں میں کتنی والہیت کے ساتھ پکارتے ہیں۔ اور کس انداز سے گدایان کوئے یار کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اور پھر اسی والہانہ انداز میں اسی عالی وقار گلی کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کیوں تاجدارو! خواب میں دیکھی کبھی یہ شے
جو آج جھولیوں میں گدایان در کی ہے
جاروکشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے
وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو!
مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے

جس بحرِ سخا کے سامنے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جھولی پھیلائے جاتے ہیں۔اس کی رفتار کے ساتھ رحمتِ خداوندی کا پورا کارخانہ چلتا ہے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا

اس رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گداگر دارا وجم کی سلطنتوں کی کیا پروا کرتے ہیں۔

تعالیٰ اللہ استغناء ترے در کے گداؤں کا
کہ ان کو عار فرِ شوکت صاحب قرآنی ہے

صلائے عام

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مایوس انسانیت کی تمناؤں کو برلانے کا مقام ہے یہاں حوادث زمانہ کے روندے ہوئے، دنیا کے ٹھکرائے ہوئے انسان ہاتھ پھیلائے پہنچتے ہیں۔مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ ان بددل لوگوں اور مایوس انسانوں کو امید بخشش دلا دلا کر بلند حوصلہ بنا دیتے ہیں۔اور انہیں دلاسہ دیتے ہیں کہ تم جس گلی میں آ پہنچے ہو وہاں نہیں ہاں ہی ہے اس لئے ہمت کر کے دامن رحمت تھام لو! اور اگر تم نے ایسا کر لیا تو دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہو گے۔

ان کے در پر جیسے ہو مٹ جایئے
ناتوانو! کچھ تو ہمت کیجئے
ان کے در پر بیٹھئے بن کر فقیر
بے نواؤ! فکر ثروت کیجئے
سر سے گرتا ہے ابھی بارِ گناہ
خم ذرا فرق ارادت کیجئے

درِ رسول ﷺ

عاشق صادق کا عقیدہ یہ ہے کہ آقا ﷺ بہ عطائے الٰہی عزوجل دولت کے مالک ہیں کائنات کے مالک اور خالی جھولیوں والے آپ کے درِ دولت سے دامنِ مراد بھر بھر کر نکلتے ہیں۔ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ دیارِ رسول ﷺ کے ان منگتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے مدینۃ الرسول ﷺ کے ہمیشہ پھلتے پھولتے رہنے کی کس بے کسی سے دعا مانگتے ہیں ملاحظہ ہو!

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمتوں کا جائزہ

بیت اللہ کی عظمت وشہامت سے کس کو انکار ہوسکتا ہے یہ کائنات ارضی کا نقطہ آغاز ہے۔ یہ انسانیت کا آخری سہارا ہے یہاں گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ اور نیک درجہ کمال کو پہنچتے ہیں۔ یہاں رکن شامی شام غربت کی وحشت کو مٹا دیتا ہے آب زم زم پر ہجوم ہے۔ میزاب کی رفعت رحمت خداوندی کی ضامن ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کا جس انداز سے موازنہ کرتے ہیں۔ وہ آپ کے ادب کا ترجمان ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو
آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

دھو چکا ظلمت دل بوسۂ سنگِ اسود
خاک بوسۂ مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو
واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

افضلیت مدینہ منورہ پر مکتبہ عشق کا فتویٰ

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

ادب خاک مدینہ

خاک طیبہ کی عظمت وتوقیر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جزو ایمان ہے وہ اس خاکِ راہ کو ہر صورت قبلہ ایمان خیال کرتے ہیں۔ جو قدم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار مس ہوئی اور وہ اس سلسلہ میں نہ کسی حضرت ناصح کی نصیحت کو خاطر میں لاتے ہیں اور نہ کسی فتویٰ سے ڈرتے ہیں۔

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اس خاک پہ قربان دل شیدا ہے ہمارا
خم ہوگئی پست فلک اس طعن زمین سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا
خار مدینہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کو دشت طیبہ کے
خار دنیا بھر کے گلزار سے ہزار بار خوشتر دکھائی دیتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں
ان کے حرم کے خار کشیدہ ہیں کس کے لئے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

مدینہ کی ہر چیز محبوب

خاک پائے حضور، خار دشت طیبہ، سگان کوچہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کوئے یار کی ہر چیز سے محبت ہے وہ ہر چیز سے عشق رکھتے ہیں۔ وہ ہر چیز پر دل وجان فدا کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضیاں ظاہر بین آنکھوں سے ہمیشہ اوجھل رہیں۔

ظاہر بین آنکھ نیک وبد کے امتیاز میں کھوئی رہی مگر چشم بصیرت نے بلکہ دیدہ محبت نے در جاناں کی وہ عظمتیں دیکھیں جس پر عرش اعظم بھی رشک کرتا ہے۔ ان گلیوں میں کرم کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں بخشش کے بادل برس رہے ہیں۔ رحمت کے چشمے ابل رہے ہیں اور سخاوت کے دریا بہہ رہے ہیں۔ یہاں ہر ایک اپنا دامن مراد بھرتا جاتا ہے اور کسی کو "نہیں" کی آواز نہیں آتی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اپنے قلم سے اس دربار گہر بار کی بخشش کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والے تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہمان
''صاحب خانہ'' لقب کس کا ہے تیرا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
تیرے دربار میں لاتا ہے رضا اُس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب میں اسی قسم کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

خاک طیبہ از دو عالم خوش تر است
آن خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

آداب سگان مدینہ

حدائق بخشش میں متعدد مقامات پر سگان طیبہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار متعدد انداز میں کیا ہے مثلاً۔

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگان کوچہ دلدار ہم

ادب زائر مدینہ طیبہ

جب کوئی شخص حج کر کے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آتا تو آپ اس سے سب سے پہلا سوال یہ کرتے کہ آیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اطہر پر بھی حاضری دی تھی۔ اگر وہ کہتا کہ ہاں تو آپ فوراً اُس کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتا کہ نہیں تو پھر آپ اس کی طرف مطلق توجہ ہی نہ فرماتے۔

آنکھوں دیکھا حال

پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے بارے میں ایک اور واقعہ جس نے میرے قلب میں بہت گہرا اثر ڈالا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص بریلی میں حج ادا کر کے اور نبی اکرم ﷺ کے دیار کی زیارت کے بعد واپس لوٹتا تھا تو امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اپنی عظمت، عظمت کردار اور اعلیٰ منصبی کے باوجود اس کے پاس جاتے تھے۔ اور اس کے قدموں کو اپنے رومال سے صاف کرتے تھے اس لئے کہ اُس کے قدموں نے اس دیار کے ذروں کو بوسہ دیا تھا۔

(معارف رضا، کراچی ۱۹۸۳ء)

فتاویٰ رضویہ

نام کے لحاظ سے تو یہ فقہ کا ایک تحقیقی مجموعہ ہے لیکن اس میں بھی امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے عشق وادب کا دامن نہیں چھوڑا۔ اگر آپ اس مجموعہ فتاویٰ کے عنوان پر غور کریں تو اس میں بھی عالم ماکان وما یکون سید انس وجان ﷺ کی محبت میں سرشاری کا جذبہ کارفرما ہے "العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" یعنی

رضا کے تاجدار نبوت علیہ ﷺ کی بخشش وعطا کے جلوے ملاحظہ فرمائیں۔!

فتویٰ رضویہ میں علم وفن کے جواہر پارے بے مثال تحقیقات اور لازوال تشریحات کے جوگوہر نایاب تم پاؤ گے تو یہ سب فیضان ہے سید عالم ﷺ کی نگاہ کرم کا! جزئیات فقہیہ میں مسائل کا رخ عشق وادب کی طرف موڑنے کی کوشش فرمائی ہے بلکہ اسلاف صالحین رحمۃ اللہ علیہ کے کسی قول میں ادب عشق سقم پایا ہے تو بھی ادب کے طریق پر اس سقم کو دور فرمایا اور اس عنوان کو تطفل سے تعبیر فرمایا یہ بھی امام اہلسنّت علیہ الرحمۃ کے ادب کا ایک بہترین انداز ہے فتاویٰ رضویہ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں بعض مختصری بحث فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہ) نے رسالہ امام حمد رضا علیہ الرحمۃ اور فقہائے سلف سے اختلاف میں تحریر کی ہے جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ کے معارف کراچی ودیگر رسائل میں شائع ہوا۔

ہاں معاصرین میں سے جس میں بھی کچھ کوتاہی دیکھی تو اس کو غلطی کا احساس دلایا اس کے انکار پر اس کے خلاف مستقل تصنیف لکھ کر شائع فرمائی۔اسی موضوع پر درجنوں تصانیف موجود ہیں فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہ) یہاں چند نمونے فتاوی رضویہ سے وہ عرض کرتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے کس طرح ادب وعشق کا ثبوت دیا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان النور والنورق ہے اس میں مختلف پانیوں کے احکام ذکر کئے ہیں۔آب زم زم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے ساتھ استنجا کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ ایک مقدس پانی ہے۔یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ کہیں قارئین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زم زم کا پانی

ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے، کیونکہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آبِ زم زم سے بلکہ آپ کوثر سے بھی افضل ہے اس پانی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، دونوں جہاں کے سب پانیوں سے افضل، زم زم سے افضل، کوثر سے افضل، وہ مبارک پانی جو...... بارہا، براہ اعجاز حضور انور ﷺ سید اطہر ﷺ کی انگشتان مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زم زم کوثر سب سے افضل ہے۔ مگر اب وہ کہاں نصیب۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد اول صفحہ ۴۴۲)

غور فرمایئے کیا عجب انداز ہے۔! حرف حرف عشق مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو سے مہک رہا ہے اور آخری جملہ کہ ''وہ کہاں نصیب!'' میں جو حسرت کی دنیا پنہاں ہے اس کو تو کوئی جواب ہی نہیں۔

اس مبارک پانی کو امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ نے اپنے نعتیہ کلام میں بھی انتہائی لطیف انداز میں نظم کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری، واہ واہ!

ساقی کوثر ﷺ کی پانچ انگلیاں کے لئے ''پنج آب رحمت'' کی ترکیب میں کیسی بلیغ تشبیہ پوشیدہ ہے۔ سبحان اللہ......!

اپنے مشہور عالم سلام میں اسی معجزے کو یوں بیان کیا ہے۔!

نور کے چشمے لہرائیں، دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

ایک مقام پر مسئلہ بیان کیا کہ کسی سے سوال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ سرکار ﷺ نے مانگنے سے منع فرمایا ہے۔اس پر اعتراض پیدا ہوا کہ خود سرکار ﷺ نے بار بار اپنے صحابہ کرام سے مختلف چیزیں طلب فرمائی ہیں،اگر مانگنا ممنوع تھا تو خود آپ ﷺ نے اس پر عمل کیوں نہیں فرمایا۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ پر باقی لوگوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔لوگوں کے لئے مانگنا واقعی منع ہے۔لیکن اگر آقا ﷺ کسی سے کوئی چیز طلب فرمائیں تو یہ بالکل صحیح اور جائز ہے۔کیوں؟اس لئے کہ رسول اللہ عزوجل و ﷺ مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں۔اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذ اللہ عزوجل،سوال نہیں بلکہ یقیناً ایسا ہے جیسے مولیٰ اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ حصہ لے۔کہ غلام اور اس کی کمائی سب مولیٰ کی ملک ہے۔اسی لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ۔!

هل ان ومالى الالك يارسوال الله

میں اور میرا مال کس کے ہیں۔حضور ہی کے ہیں یارسول اللہ عزوجل و ﷺ

(فتاویٰ رضویہ،جلد اول صفحہ ۱۸۰)

النبى اولى بالمومنين من انفسهم

کی کیسی عمدہ تفسیر ہے۔!"جزاء اللّٰه فی الدارین خیرا" واضح رہے کہ مذکورہ بالا مسئلے کا تعلق چونکہ مسلمانوں سے تھا اسی لئے امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ نے بھی یہاں اسی قدر بیان فرمایا کہ "رسول اللہ عزوجل و ﷺ مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں۔ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آقائے کونین ﷺ نہ صرف

مسلمانوں کی جان ومال کے ، بلکہ پوری کائنات کے مالک ہیں، چنانچہ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

اس خیال سے کہ رسول اللہ عزوجل ﷺ کو مالک کونین کہنے سے کوئی کوتاہ فہم شرک کا فتویٰ نہ جڑ دے واضح فرمایا کہ ہم رسول اللہ عزوجل ﷺ کو بالذات مالک نہیں مانتے، ذاتی ملکیت تو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی ہے، رسول اللہ عزوجل ﷺ کو تو ہم اس بنا پر مالک عالم کہتے ہیں کہ ان کو مالک الملک نے اس کائنات کا مالک بنایا ہے، فرماتے ہیں۔

ان کو تملیک ملیک الملک سے
مالک عالم کہا، پھر تجھ کو کیا!

جب کائنات کے مالک آپ ﷺ ہیں تو ظاہر ہے کہ معطی بھی آپ ﷺ ہیں اور جب کسی کو کوئی فیض ملتا ہے وہ آپ ﷺ کی عطا سے ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اس حقیقت کو کیسے زوردار الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔ ''ہر خیر، ہر نعمت، ہر مراد، ہر دولت دین میں، دنیا میں، آخرت میں، روز ازل سے لے کر آج تک، آج سے ابدالآباد تک، جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس ﷺ کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔ معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کو بانٹنے والے حضرت محمد رسول اللہ عزوجل ﷺ۔''

(فتاویٰ رضویہ جلد اول، صفحہ ۱۰۸)

لاورب العرش! جس کو جو ملا ان سے ملا

بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ عزوجل ﷺ کی

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ادب

رسول اللہ عزوجل ﷺ سے بے پایاں عشق کا لازمی نتیجہ ہے کہ جن مقدس ہستیوں کو رسول اللہ عزوجل ﷺ کا قرب حاصل رہا ان سے بھی محبت رکھی جائے اور ان کا ادب واحترام ہر دم ملحوظ رکھا جائے۔

امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ کو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ ان کی شان میں گرا ہوا کوئی لفظ سننا ناقابل برداشت ہو جاتا تھا اور اس پر اپنی ناگوری کا برملا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے تھے، خواہ یہ غلطی کسی بڑے سے بڑے آدمی سے کیوں نہ ہوئی ہو، چنانچہ علامہ طحطاوی علیہ الرحمتہ جیسے عظیم فقیہہ نے ایک جگہ پر یہ جملہ کہہ دیا۔

کماتوہم بعض الصاحبہ

جیسا کہ بعض صحابہ کو وہم ہوا ہے۔ صحابہ کرام کی طرف وہم کی نسبت کرنا امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کو سخت ناگوار گذرا اور فوراً تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"اقول، ھذاالفظ بعیدعن الارب فلیجتنب"

میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ ادب سے بعید ہے اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔!

(فتاویٰ رضویہ، جلد اول، صفحہ ۴۴۲)

یہ تطفل کی ایک مثال ہے کہ امام طحطاوی رحمتہ اللہ علیہ جیسے پایہ کے محدث

وجمتہد سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں تو ہم اطلاق گوارا نہ فرمایا۔

رسول ﷺ سے منسوب ہر شے کا احترام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تو خیر شان ہی بہت بڑی ہے۔ ''امام احمد رضا علیہ الرحمتہ تو ان بے جان چیزوں کا بھی ادب ضروری سمجھتے ہیں جو آقائے کونین ﷺ سے کسی طرح نسبت رکھتی ہوں، چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک یا جبہ مقدسہ یا نعل شریف یا آپ ﷺ کا عصا مطہرہ تبرک کے لئے جس پانی میں دھویا، قابل وضو ہے۔ ہاں پانی پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری کیا، منہ کا وضو ہو گیا، ان کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد اول، صفحہ ۴۹۴)

موخرالذکر جملہ عشق و مستی کے کیسے گہرے سمندر اپنے کوزے میں سمیٹے ہوئے ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ بیان تو فرما رہے ہیں پانی کی جزئیات لیکن عشق وادب کے دھنی نے انکا رخ عشق وادب کی طرف ایسے پیارے رنگ وادا سے موڑا کہ خود جزئیات حیران ہونگی کہ ہمیں عرصہ دراز تک کسی نے نہ بتایا کہ ہمارا حقیقی راستہ کدھر ہے۔ بریلی کے اس عاشق کو ایسی جزئیات دعائیں دیتی ہونگی کہ انہیں کس محبوب سمت کی طرف لاکر کھڑا کر دیا ہے۔

علمائے کرام کا ادب واحترام

امام احمد رضا خان قدس سرہٗ خود عالم دین تھے، لیکن علماء کا ادب کرتے تھے

اوران کی ہمیشہ قدر کرتے اوران کا نام بڑی عزت سے لیتے حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمتہ اللہ علیہ کے لئے مشہور تھا کہ وہ جس ویرانہ میں قیام فرماتے تووہ ویرانہ پررونق شہر کی شکل اختیار کر جاتا، حضرت مولانا ظفرالدین بہاری علیہ الرحمتہ نے اسے مبالغہ پر محمول کیا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے انہیں دلیل دے کر سمجھایا کہ نہیں دیکھتے ہو جب مولانا عبدالقادر بدایونی بریلی میں تشریف لاتے ہیں تو شہر کی رونق میں اضافہ ہو جاتا ہے لوگ گردونواح سے زیارت کے لئے چلے آتے ہیں جب شاہ صاحب تشریف لے جاتے ہیں تو چہل پہل ختم ہو جاتی ہے مولانا ظفرالدین بہاری علیہ الرحمتہ کے قول کے مطابق ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک کوئی ایسادن نہ گزرا علمائے اہلسنّت ودیگر زعماء میں سے کوئی نہ کوئی اعلیٰ حضرت کا مہمان نہ ہوتا ہو آپ ان کی دلداری اور تواضع میں عزت اور فخر محسوس کرتے۔

آداب قبلہ

مسجد کے ہر درجہ میں وسطی در سے داخل ہوا کرتے اگرچہ آس پاس کے دروں سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو نیز بعض اوقات اورادووظائف مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شمالاً جنوباً پڑھا کرتے مگر منتہائے فرش مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوتی کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

مزار کا بوسہ اور طواف

مزار کے طواف اور بوسے کے ضمن میں امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ تعظیماً کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص خانہ کعبہ ہے۔

احترام مسجد

ایک مرتبہ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے۔ شب کا وقت جاڑے کا موسم اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ حضرت کو نماز عشاء کے لئے وضو کرنے کی فکر ہوئی پانی تو موجود مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے بالآخر مسجد کے اندر لحاف گدے کی چار تہہ کر کے وضو کیا اور قطرہ تک فرش مسجد پر نہ گرنے دیا۔ اور بغیر رضائی اور گدے کے پوری رات جاڑوں کی اور اس پر بادو باراں کا طوفان یونہی جاگ کر گذار دی۔

کیا احترام مسجد کا ایسا عامل شخص اس زمانے میں بھی کوئی دیکھنے میں آتا ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ ورنہ عام طور پر تو یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ مدارس عربیہ کے اساتذہ وطلبہ تک بھاگ کر جماعت کے ساتھ ملنے کے لئے وضو کے اعضاء کو پونچھے بغیر فرش مسجد پر بھاگتے ہیں۔ اس طرح صفوف مسجد خوب گیلی ہوتی ہیں اور وضو کے قطرات گرنے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے کاش لوگ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں۔

مسجد میں لاٹھی کی آواز

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ جامع مسجد دہلی میں تشریف فرما تھے کہ ایک عمر رسیدہ آدمی ہاتھ میں چھڑی لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے کھڑے کھڑے اپنی چھڑی مسجد میں پھینک دی جس سے قدرے آواز پیدا ہوئی۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے فوراً اسے مسجد کے آداب سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا بڑے صاحب مسجد میں اس طرح لاٹھی پھینکنا بے ادبی ہے، لہذا

آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا۔ اس پر وہ سخت نادم ہوئے اور توبہ کی اس سے طلباء بے حد متاثر ہوئے اور معذرت کی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی یہ تادیب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تادیب کا عملی نمونہ ہے۔ جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے مطابق آپ نے طائف کے ایک شخص کو مسجد نبوی شریف صلی اللہ علیہ وسلم میں بلند آواز سے گفتگو کرنے پر کی تھی۔

(بحوالہ بخاری شریف)

مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلانا

مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلانا جائز نہیں۔ ہاں ایسا تیل جلایا جائے گا جس میں بدبو نہ ہو مثلاً کڑوا تیل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کی قریبی مسجد میں ان کے عزیز مرید حاجی کفایت اللہ صاحب نے لالٹین کے اندر کڑوا تیل جلایا۔ اب اپنے لئے اعلیٰ حضرت کا کمال احتیاط دیکھئے۔ حاجی صاحب سے فرمایا، یہ لالٹین آپ نے یہاں کیسے جلادی۔ عرض کیا حضور اس میں مٹی کا تیل نہیں کڑوا تیل ہے۔ فرمایا تو پھر بیٹھے رہیے اور ہر شخص کو بتاتے رہیے کہ اس میں وہ تیل نہیں جس کی ممانعت ہے ورنہ لالٹین دیکھ کر لوگ کہیں گے مولوی صاحب بھی اپنے یہاں مسجد میں مٹی کا تیل جلاتے ہیں۔ پھر حضرت نے لالٹین باہر کرادی۔

اسی لیے فتاویٰ رضویہ شریف میں ایک موقع پر عوام کو احترام علماء اور ان کے عمل کی حیثیت سمجھنے پر تنبیہہ کرنے کے بعد علماء کے لئے تحریر فرماتے ہیں ''علماء کو چاہیے کہ اگرچہ خود نیت صحیحہ رکھتے ہوں۔ عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں۔ جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا۔

غیبت کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں ان کا ایسے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا۔

(امام احمد رضا اور بدعات و منکرات صفحہ نمبر ۹۷)

بڑوں کا ادب

اسلام میں بڑوں کے ادب کی بہت بڑی اہمیت ہے۔اسی لئے مشہور ہے۔

''باادب بانصیب بےادب بےنصیب''

حدیث شریف میں ہے کہ!

''من لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا فلیس منا''

جو بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہمارا نہیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اتباع میں بزرگ مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے اور کھانا بھی خود کھلاتے۔امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں گزرا کہ آپ نے بڑوں کا ادب نہ کیا ہو یا ان کے ادب سے جی چرایا ہو اپنے بڑوں کی بہت زیادہ عزت واحترام کرتے تھے۔

شریعت کا ادب، سیدھے ہاتھ سے دو اور لو

امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ اگر کسی کو کوئی چیز دیتے اور وہ اپنا بایاں ہاتھ آگے کرتا تو آپ فوراً اپنے دست مبارک کو روک لیتے اور فرماتے کہ دائیں ہاتھ میں لو کیونکہ بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔

وعلیکم السلام کہو

امام احمد رضا قدس سرہ کے بچپن کے زمانے میں ایک مولوی صاحب بچوں کو آکر پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن بچوں نے مولوی صاحب کو سلام کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ''جیتے رہو'' یہ سن کر اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے جو خود بھی اس وقت بچے تھے۔ کہا مولوی صاحب یہ آپ نے سلام کا صحیح جواب نہیں دیا۔ آپ کو جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

کتاب کا ادب

فقہائے کرام لکھتے ہیں۔ بلاضرورت کتاب وغیرہ پر قلم دوات قلمدان رکھنا ممنوع ہے علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

الظاہران ذلک عنه الحاجة الی الوضع

(ردالمختار صفحہ نمبر ۹۱۱)

ظاہر یہ ہے کہ لکھنے کے لئے کتاب رکھنے کی اجازت اس وقت ہوگی جب ضرورت ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی فقاہت

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پروانہ شمع رسالت حامی سنت ماحی بدعت پروانہ شمع رسالت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے شامی حاشیہ جد الممتار میں اسی جگہ پر کہا کہ!

ماھی ھذاموضع الستظھاربل ھوالمتین قطعا

یہ استظہار (بظاہر کہنے) کا موقعہ ہی نہیں۔ بلکہ وہ قطعی طور پر ہے یعنی ضرورت کے وقت رکھنا اور بلاضرورت نہ رکھنا۔

فقیر (مفتی فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے نمونے کے طور پر چند آداب عرض کئے ہیں۔ ورنہ الحمدللہ ہر موضوع پر بحث مستقل تصنیف چاہتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم ہم سب کو دولتِ ادب سے نوازے کیونکہ؟

''با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب ہوتا ہے''

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

۲۴ شوال المظفر ۱۴۱۹ھ

بہاول پور۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

مصنف:

رئیس التحریر

مفتی محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی

مکتبہ اہلِ سُنّت فیصل آباد

فہرست مضامین

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّابَعْدُفَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ

؎ ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

یہ شعر آپ کو خوب سجتا ہے، طرفہ یہ کہ اگر چہ یہ شعر آپ کی نعت کا مقطع ہے لیکن شعر آپ کا نہیں (تفصیل فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے شرح حدائقِ بخشش میں لکھ دی ہے) پھر یہ مبالغہ بھی نہیں حقیقت ہے اس لئے امام احمد رضا قدس سرہٗ ہر فن میں قلم کے بادشاہ ہیں کہ جس موضوع سے بحث کی تو گویا خود موضوع بول پڑتا ہے کہ

؎ حق یہ ہے کہ حق ادا کر دیا

احادیث موضوعہ کو چونکہ فنِ حدیث سے تعلق ہے اور اعلیٰ حضرت الحمداللہ فنِ حدیث کے بھی امام ہیں، فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے ''علم الحدیث اور امام احمد رضا'' میں آپ کے فنِ حدیث میں تبحر کے دلائل دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ فنِ حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر المحد ثین کہا جاتا ہے لیکن آج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ممدوح کی حدیث دانی کی مہارت وحذاقت کو ملاحظہ فرماتے تو فرحت وسرور کے انداز میں فرماتے ''یا احمد رضا انت امام المحد ثین'' یعنی

اے امام احمد رضا تم اپنے وقت کے امام المحدثین ہو۔

چونکہ دورِ حاضر میں جہاں مقررین کی بہتات ہے کہ جو منہ میں آیا کہہ دیا، دوسری طرف غیر مقلدین اور بعض دیوبندی اکثر احادیث کو موضوع کہنے کے عادی بن گئے ہیں فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے چاہا کہ ہر دونوں کو افراط وتفریط سے نکال کر جادہ ء استقامت پر لاکر کھڑا کروں۔تو بجائے علیحدہ مستقل تصنیف تیار کرنے کے اپنے مرشِد وامام اور امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت، مجددِ دین ملت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصانیف سے ایک مجموعہ پیش کردوں جو یکجا ''ردِ بدعات وامام احمد رضا'' میں ہے وہاں بقدرِ ضرورت ہے فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) اضافہ یا حاشیہ عرض کرتا چلا جائے گا۔

مقدمہ

قبل اس کے فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی بیان کردہ احادیث موضوعہ عرض کرے مناسب سمجھتا ہے کہ حدیثِ موضوع کی ضروری باتیں بطورِ مقدمہ لکھ دوں تاکہ نہ صرف امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی بیان کردہ روایات کے لئے مفید ہوں بلکہ اس فن کے قاری کو فائدہ بخشے۔

لُغت میں موضوع بمعنی من گھڑت شے کہ جس کی کوئی نبیاد نہ ہو اور اصطلاحِ محدثین میں راوی پر حدیثِ نبوی ﷺ کے سلسلہ میں جھوٹ کا الزام ہو تو اس کی روایت کی ہوئی حدیث موضوع کہلاتی ہے۔خواہ حدیث میں عمداً کذب بیانی کا الزام عمر بھر میں صرف

ایک دفعہ ہی ہوا ہو، پس ایسی حدیث جس میں یہ تنہا ہو موضوع ہی سمجھی جائے گی اگرچہ وہ تائب بھی ہوگیا ہو، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ موضوع (بناوٹی) ہونے کا فیصلہ بطریق گمان ہوتا ہے اور کبھی وضع کرنے والے کے اقرار سے ہوتا ہے۔ لیکن یاد رکھیئے کہ جیسے من گھڑت (موضوع) حدیث بیان کرنا گناہ ہے ایسے ہی صحیح یا کم از کم ضعیف کو بھی موضوع کہہ دینا جرمِ عظیم ہے۔ اسی لئے اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ خواہ مخواہ تحقیقی روایت کو موضوع کہہ کر اس کے عمل یا عقیدت سے باز رہا تو کل قیامت میں منکرینِ حدیث کے زمرے میں اُٹھنا پڑے گا۔ فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) چند قواعد لکھ دیتا ہے تاکہ کسی حدیثِ موضوع کو کہتا بھی ہے تو ان قواعد کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

صاحب روح البیان کا نکتہ در بارۂ احادیثِ موضوعہ

صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فقیر کو ان احادیثِ مذکورہ عند اللہ یا تو صحیح ہیں یا ضعیف ہیں یا جھوٹی اور وضعی (موضوع) ہیں اگر عند اللہ وہ صحیح ہوں تو پھر ان پر عمل کرنے میں ثواب ہی ثواب ہے اگر ضعیف ہیں تب بھی ان پر عمل کرنے میں حرج نہیں اس لئے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ "ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب والترھیب فقط، کمافی الاذکار للنووی وانسان العیون، علی بن برھان الدین الحلبی والاسرار المحمدیہ لابن فخر الدین الرومی وغیرھا۔" اور اگر وہ موضوع ہیں تو اس کے متعلق ایک حکایت سے اندازہ لگائیں کہ اس پر عمل کر لیا جائے تو نیک نیت ہو تو ثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ امام حاکم وغیرہ لکھتے ہیں کہ ایک

مرد زاہد و عابد تھا، لیکن احادیثِ موضوعہ دربارہ فضائل قرآن وفضائل سورۃ القرآن کے وضع کرنے کا بھی ماہر تھا۔ کسی نے اسے کہا کہ تم کیوں احادیث وضع کرتے ہو یہ تو گناہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ چونکہ لوگ قرآن پاک کی تعلیم اور اس کی تلاوت سے دور ہوتے جارہے ہیں اس لئے ارادہ ہوا کہ ان کے متعلق انہیں احادیث گھڑ کر قرآن مجید پڑھنے کی ترغیب وترہیب دوں اگرچہ وضعی سہی۔ اسے کہا گیا یہ تو حضور نبی پاک ﷺ کے ارشادِ گرامی کے صریح خلاف ہے۔

"کما قال النبی ﷺ من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار."

ترجمہ: "جس نے مجھ پر جھوٹ بہتان تراشا اسے چاہیے وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے"

زاہد نے جواب دیا کہ میں حضور ﷺ پر بہتان تو نہیں تراشتا میں تو ان کے دین کے فائدہ کے لیے حدیث گھڑتا ہوں، آپ نے "**من کذب علی**" فرمایا ہے نہ کہ "**کذب له**" اور میں الحمدللہ **من کذب له** کا مصداق ہوں۔ گویا اس زاہد و عابد نے یہ تاویل کرلی کہ وہ روایات وضع کرنا حرام ہیں جو اسلام کے قواعد اور شرع واحکام واسلام کے فساد کا موجب ہوں اور میرا عمل تو دین اور شریعت کے احکام کے فائدہ کے لئے ہے بلکہ ان کی اتباع کی ترغیب ہے اور انہی کے طریقے پر چلنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

جائز جھوٹ بولنے کا قاعدہ

حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ گفتگو مقاصد کے حصول سے ہے لیکن ہر اچھے مقصود کو سچ اور جھوٹ سے حاصل کیا جاسکتا ہے مگر اس کے حصول میں جھوٹ بولنا حرام اور اشد حرام ہے ہاں اگر سوائے جھوٹ کے اس

کا حصول ناممکن ہو تو ایسے مقام پر جھوٹ بولنا مُباح ہے۔

مسئلہ: اگر وہ مقصد مباح ہو تو اس کے لئے جھوٹ بولنا مباح اگر واجب ہے تو واجب۔ یہ وہی قاعدہ کلیہ ہے جسے شیخ سعدی قدس سرہٗ نے یوں ادا فرمایا،

''خردمنداں گفتہ اند دروغ مصلحت آمیز جواز راست فتنہ انگیز''

اور حضرت لطیفی نے فرمایا،

دروغیکہ جان ودلت خوش کند بہ از راستی کان مشوش کند

''وہ جھوٹ جو تیری جان اور دل کو خوش کرے اس سچ سے بہتر ہے جو تجھے پریشان کرے''

انتباہ: احادیثِ موضوعہ میں انسان کے لیے ضروری نہیں کہ ان پر خواہ مخواہ عمل کرے اگر اسے ناقلینِ روایت جو بہت بڑے اکابر محدثین ہوتے ہیں بالخصوص جلیل القدر تفاسیر میں مندرج ہوتی ہیں، پر حُسنِ ظن ہو کہ یہ حضرات جب اپنی تصانیف میں عام کلمہ بڑی سوچ بچار سے تحریر فرماتے ہیں تو روایتِ حدیث میں کس طرح تساہل کر سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے ایسی احادیثِ موضوعہ پر عمل کرلے تو کوئی حرج نہیں اگر صرف بعض محدثین کے کہنے پر کہ یہ احادیث موضوعہ ہیں اگر عمل نہ کرے اور ان احادیث کے بتائے ہوئے بہت بڑے فوائد منافع سے محروم ہو جائے تو اس کی اپنی مرضی۔ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کے اشارات وکنایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث پر عمل کر لینا چاہیے۔

قاعدہ: بہت سی روایات پر عام محدثین کا اتفاق ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے حالانکہ درحقیقت وہ حدیث صحیح نہیں ہوتی ان کی کسی روایت کی صحت پر اتفاق کر لینے سے وہ حدیث صحیح نہیں بن جاتی اس لئے کہ انسان خطاء ونسیان سے مرکب ہے اس روایت ودیگر جمیع احوال کا صحیح علم اللہ عزوجل کو ہوتا ہے۔

شیخ اکبر قدس سرہ' کی تقریر

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ' الاکبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کلام سنتے ہیں جو حدیث کے حکم کے صریح خلاف ہوتا ہے جسے عوام سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے کا اجتہاد ہے اس کا اجتہاد مبنی خطاء ہے لیکن اس بندۂ خدا کو وہ حدیث شریف بذریعہ کشف حضور علیہ السلام سے حاصل نہیں ہوئی۔ اگر چہ اس کا حکم انہیں معلوم تھا لیکن وہ بندۂ خدا بہت بڑے مرتبے کا مالک ہے اس لئے وہ راویان حدیث پر اعتبار نہیں کرتا اس معنی پر کہ وہ راوی اگر چہ بہت بڑے عادل اور ثقہ سہی لیکن سہو ونسیان سے بَری نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ مبدا تاویلات وتحریفات سے معصوم مانے جاتے ہیں لیکن وہ بندۂ خدا مشاہدہ سے اپنی بات پر محکم ومضبوط ہوتا ہے۔ فلہٰذا اس کی بات کی روایت پر عمل کرنے والوں کو ملامت نہیں کی جاسکتی اگر چہ محدثین کے نزدیک حدیث موضوع قرار پائے گی اور شرعی احکام کا ترتب بھی انہی پر ہوگا۔ ان کشفی احادیث پر مسائل واحکام ترتب نہیں ہوسکے گا لیکن ان پر اعتراض بے جا ہے۔ (لیکن ایسے بندگانِ خدا عالم دنیا میں کالعنقاء ہیں البتہ مکروفریب کے جال پھیلانے والے لاتعداد ولاتحصیٰ ہیں قادیانی نے کیا اور اس کے چیلے چانٹوں نے۔ اُویسی غفرلہ')

علامات احادیثِ موضوعہ

(۱) تاریخ مشہور کے خلاف روایت ہو، یہ کہا جائے کہ ابنِ مسعود نے غزوۂ صفین میں ایسے کیا، یہ غلط اسی لئے ہے کہ ابنِ مسعود تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوگئے۔ مندرج ذیل بھی اسی قسم سے ہے۔

در جمل چوں معاویہ بگر یخت خون حلقے بے بہ بیہدہ ریخت

ترجمہ: "جنگ جمل میں جب حضرت معاویہ بھاگ گئے تو بہت سی مخلوق کا خون بے کار بہا"

اس قسم کی من گھڑت حدیثیں ادنیٰ تامل اور ذرا سی تاریخی جستجو سے پہچانی جا سکتی ہیں۔

(۲) راوی رافضی ہو اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حدیث بیان کرے، یا ناصبی ہو اور اہلبیت پر طعن کے سلسلے میں حدیث روایت کرے اسی طرح اور مثالیں ہیں لیکن یہاں یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ اگر راوی روایت میں منفرد ہے تو اس کی حدیث کا کوئی اعتبار نہیں البتہ اگر دوسرے بھی وہی روایت کرتے ہیں تو اس کی حدیث کو قبول کرنا چاہیے لیکن اس حدیث کی معقول توجیہ اور تاویل پر غور کرنا چاہیے۔

(۳) راوی ایسی بات روایت کرے جس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مکلّف پر فرض ہو اور وہ روایت میں منفرد ہو تو یہ حدیث کے جعلی اور راوی کے جھوٹے ہونے کا بڑا قرینہ ہے۔

(۴) وقت اور حالت ہی راوی کے جھوٹا ہونے کا قرینہ ہو، جیسے غیاث بن میمون کا واقعہ ہے کہ وہ مہدی خلیفۂ عباسی کی مجلس میں حاضر ہوا اور وہ اس وقت کبوتر اڑانے میں مشغول تھا اس نے یہ دیکھ کر فوراً یہ حدیث بیان کی، "سَبَقَ اِلَّا فِی خُفٍ اَو حافِرٍ اَو جَناحٍ" یعنی بازی جائز نہیں مگر اونٹ، تیتر، گھوڑے، اور پرندہ میں۔ اس نے محض مہدی کی خوشامد میں "جناح" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا۔

(۵) روایت عقل و شرع کے مقتضیٰ کے خلاف ہو اور قواعدِ شرعیہ اس کی تکذیب کریں جیسے قضائے عمری یا اسی جیسی باتیں یا جیسے روایت کرتے ہیں کہ "لاتاکلو االبطیخ حتیٰ تذبحوھا" جب تک خربوزے کو تراش نہ لو، نہ کھاؤ۔

(۶) حدیث میں ایسا حسی واقعی قصہ مذکور ہو کہ اگر فی الواقع وہ پایا جاتا تو ہزاروں آدمی اس کو نقل کرتے، مثال کے طور پر ایک شخص روایت کرتا ہے کہ آج بروز

جمعہ خطیب کو برسرِ منبر قتل کر ڈالا اور اس کی کھال کھینچ لی، اس واقعہ کا راوی اس روایت میں منفرد اور تنہا ہے اور دوسرا کوئی راوی نہیں۔

(۷) لفظ اور معنی کا رکیک ہونا، مثلاً ایسے الفاظ سے روایت کرے جو بلحاظ قواعدِ عربیہ درست نہ ہو یا اس کے معنی رسالت اور وقارِ نبوت کے مناسب نہ ہوں۔

(۸) صغیرہ گناہ سے ڈرانے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہو، یا تھوڑے سے عمل پر حد سے زیادہ ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہو، جیسا کہ کہا گیا ہے:

''من صلی رکعتین فله سبعون الف دارٍ وفی کل دار سبعون الف بیت وفی کل بیت سبعون الف سریر وعلیٰ کل سریر سبعون الف جاریة''

ترجمہ: جس نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے لئے ستر (۷۰) ہزار مکان ہیں اور ہر مکان میں ستر (۷۰) ہزار کمرے ہیں اور ہر کمرے میں ستر (۷۰) ہزار تخت ہیں اور ہر تخت پر ستر ہزار لونڈیاں ہیں۔

اس قسم کی اکثر حدیثیں خواہ ثواب کے متعلق ہوں یا عذاب کے انہیں جعلی اور موضوع سمجھنا چاہیے۔

(۹) ذرا سے عمل اور معمولی سے کام پر حج کے ثواب کی امید دلانا۔

(۱۰) خیر کے کام کرنے والوں کو یہ خوشخبری دینا اور ان سے وعدہ کرنا کہ انہیں انبیاء علیہم السلام کا سا ثواب ملے گا، یا یہ کہے کہ ستر نبیوں کا سا ثواب پائے گا۔ یا اسی قسم کی بہت سی باتیں کرنا۔

(۱۱) راوی نے حدیث کے وضع کرنے کا خود اقرار کیا ہو۔ جس طرح نوح بن ابی عصمہ کے ساتھ واقعہ پیش آیا ہے کہ اس نے قرآن کی ہر ایک سورت کی فضیلت میں حدیثیں گھڑیں اور انہیں رواج اور شہرت دی ہے جیسا کہ بیضاوی میں ہر سورت کے آخر میں اس کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔ جب نوح بن ابی عصمہ

کو پکڑا گیا اور صحت سند کے بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ ان حدیثوں کے وضع کرنے سے میری نیت خیر کی تھی کیونکہ میں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن کو چھوڑ کر لوگ تاریخ، تفسیر اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں مشغول ہیں تو لوگوں کو ترغیب دینے کی غرض سے میں نے ان حدیثوں کو گھڑا تاکہ علوم قرآن کی طرف ان کا رجحان بڑھے اور ثواب کے اعتقاد سے تلاوتِ قرآن اور اس کے درس میں مشغول ہوں۔ حالانکہ اس کا یہ عذر گناہ سے بھی بدتر تھا، کیوں کہ فضائل قرآن میں جو صحیح حدیثیں وارد ہیں ترغیب کے لئے وہی کافی ہیں۔ اسی طرح تمباکو، حقہ اور قہوہ کے متعلق بہت سی حدیثیں گھڑی گئیں ہیں، جن کے الفاظ اور معنی کی رکاکت ظاہر اور واضح ہے۔ حدیثیں وضع کرنے والے کچھ کم نہیں ہوئے ہیں اور اسی طرح ان کی اغراض بھی مختلف تھیں، مثلاً زندیقیوں کا فرقہ، ان کے پیشِ نظر محض شریعت کو باطل قرار دینا اور اس کا مذاق اڑانا تھا، چنانچہ ابن الراوندی نے یہ حدیث گھڑی تھی، **الباذنجان لما اکل له**، یعنی بیگن سے غرض یہ ہے کہ اس کو کھایا جائے۔

اور اس سے اُس کی غرض محض شریعت کا مذاق اُڑانا تھا، اور دراصل اِس حدیث پر تعریض کرنا ہے، **القرآن لماقری ء له' وماء زمزم لماشرب له'** قرآن اسی لئے ہے کہ اُس کو پڑھا جائے اور آبِ زم زم اسی لئے ہے کہ اُس کو پیا جائے۔

اہل علم نے کہا ہے کہ زندیقیوں کی چودہ ہزار حدیثیں مشہور ہو چکی ہیں، یہ اہل بدعت اور خواہشات کے بندے محض اپنے مذہب کی نصرت اور مخالف کے مذہب پر طعن کرنے کے لیے اس عمل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور رافضی، ناصبی اور کرامیہ تو اس عمل میں سب پر سبقت لے گئے ہیں، خارجی، معتزلہ اور زیدیہ تو پھر بھی اس امر قبیح کے اس قدر مرتکب نہیں ہوتے ہیں اہل علم کی ایک جماعت جو علمِ حدیث

سے مس نہیں رکھتی ، اُس نے جب یہ دیکھا کہ محدثین کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے تو چاہا کہ خود بھی محدث بن بیٹھیں، اس لئے یہ نازیبا اور ناشائستہ عمل اختیار کیا، جیسے ابوالبختری، وہب بن وہب، سلیمان بن عمر والنخعی ، حسین بن علوان اور اسحاق بن نجیح وغیرہ اور اس جماعت کے بیشتر علماء وعظ ونصیحت میں مشغول رہے۔

فائدہ: ایک اور فرقہ جو زہد وعبادت اور دیانت میں مشہور تھا، انہوں نے خواب میں یا کسی معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا ائمہ اطہار سے کوئی بات سنی تو انہوں نے اپنے خواب یا معاملہ پر یقین اور اعتماد کرتے ہوئے اُس بات کو مبہم روایت کر دیا اور لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ واقعی حدیث ہے جو ازراہِ ظاہر ان تک پہنچی ہے، چنانچہ ابوعبدالرحمٰن سُلمی اور دوسرے صوفیوں کو جو حدیث کا ذوق نہ رکھتے تھے، اسی عیب سے متہم کیا گیا ہے اور ان کی روایت کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ حکم تمام صوفیہ پر لاگو کرنا خوارج کا طریقہ ہے۔

فائدہ: دوسرا ایک اور فرقہ خلفاء، ملوک اور اُمراء کے ان مصاحبین کا ہے جنھوں نے محض ان کی دلجوئی کے لئے حدیثیں گھڑیں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچا۔

فائدہ: ایک اور فرقہ نے بغیر ارادہ بھی حدیثیں وضع کی ہیں، جس کی صورت یہ ہوئی کہ انھوں نے جہالت اور توہم کی وجہ سے کسی صاحبِ تجربہ شخص یا صوفی یا حکمائے سابقین میں سے کسی حکیم کا کوئی کلام سنا اور اس کو پیغمبر علیہ السلام سے منسوب کر دیا۔

صرف اس خیال سے کہ ایسا حکیمانہ کلام اور ایسی حکمت کی بات پیغمبر علیہ السلام کے سواء اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اس فرقہ کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے، اکثر عوام اسی مرض میں مبتلا ہیں، اور اللہ عزوجل ہی توفیق دینے والا اور خرابیوں سے بچانے والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی ثابت کردہ بے اصل روایات

اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) مسئلہ: ایک واعظ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا، تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اُٹھا کر دیکھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری مجال نہیں کہ پردہ اُٹھا سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کے پردہ اُٹھا کر دیکھنا، حضرت جبریل امین علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور پُر نور ﷺ جلوہ فرما ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرما رہے ہیں کہ میرے بندے کو ہدایت کرنا۔ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔ اگر غلط ہے تو اس بیان کرنے والا کس حکم کے تحت میں داخل ہے؟

الجواب: یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافتراء ہے اور اس کا یوں بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ ہے اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر ہے۔ "واللہ تعالیٰ اعلم بالصوب"

(قانونِ شریعت، ص ۲۱، ۲۲)

(۲) عرض: یہ صحیح ہے کہ شب معراج مبارک جب حضور اقدس ﷺ عرشِ بریں پر پہنچے، نعلین پاک اتارنا چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ ایمن

میں نعلین شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا۔ فوراً غیب سے ندا آئی، اے حبیب تمہارے مع نعلین شریف رونق افروز ہونے سے عرش کی زینت و عزت زیادہ ہوگی۔

ارشاد: یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔

(الملفوظ، ج ۲، ص ۹۲)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے روایت کو موضوع بتایا ہے، یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ آپ مع نعلین کے قائل نہیں۔ روایت کا موضوع ہونا اور بات اور نفس مسئلہ شے دیگر۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مع نعلین بر عرش کے منکر نہیں تفصیل فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) نے رسالہ ''عرشیہ'' میں عرض کر دی ہے۔

(مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ)

(۳) عرض: شب معراج جب براق حاضر کیا گیا، حضور آبدیدہ ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے سبب پوچھا، فرمایا آج میں براق پر جا رہا ہوں کل قیامت کے دن میری اُمت برہنہ پاپُل صراط کی راہ طے کرے گی۔ یہ تقاضائے محبت وشفقت اُمت کے موافق نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا یوں ہی ایک ایک براق بروزِ حشر تمہارے ہر اُمتی کی قبر پر بھیجیں گے۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں۔؟

ارشاد: بالکل بے اصل ہے، ایسی ہی اور بہت سی روایات بالکل بے اصل و بیہودہ ہیں کیا کہا جائے۔

(الملفوظ، ج ۲، ص ۹۲)

(٤) مسئلہ: مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے، آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟

الجواب: یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(احکام شریعت، ص ۲۰)

(۵) داستانِ امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟

الجواب: سیدنا عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔ فیضی بے فیض نے جب داستانِ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ گڑھا اس میں جہاں صد ہا کارِ ناشائستہ اور اطوارِ ناباَئستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا، عمِ مکرم حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسدُ اللہ واسدِ رسول سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت کیے یوں ہی ہزار ہا شہد پن مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر دیئے اور انہیں معاذ اللہ عیار رودُ زد طرار کے لقب دے کر بحیلہ ء داستان جاہل بے تبرائی بنائے۔ یہ اس مُرد ک کی ناپاک بیبا کی اور بیباک ناپاکی اور خدا اور رسول پر سخت جرات تھی۔ مسلمانوں کی ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔

(احکام شریعت، ج ۳، ص ۳۲۳)

(۶) **سوال:** اب ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ دلیل الاحسان مطبع مصطفائی لاہور، تصنیف مولوی معنوی میاں عبداللہ متوطن ملتان صفحہ نمبر ۶۔

نقل است کہ روزے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم درمسجد مدینہ منورہ نشستہ بودند و با تمامی اصحابانِ صغار و کبار وعظ و حدیث شریف بیان می فرمودند کہ وحی جبریل علیہ السلام

در خدمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در آمد۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از سبب بیان حدیث ووعظ بطرف وحی جبریل علیہ السلام متوجہ نشدند ووحی علیہ السلام در دل خود وسوسہ وکدورت بسیار در خاطر کرند۔ گفت عجب است کہ کلام ربانی از جانب باری تعالیٰ بہ آنحضرت میرسانم الحال بمن التفات نکردند ہموں وقت حضرت را از روئے کشف باطنی معلوم ومفہوم شد کہ بی خاطر جبرئیل علیہ السلام کدورت گذشت پس جبرئیل علیہ السلام را نزد خود طلبیدہ پرسید کہ اے اخی جبرئیل کلامِ ربانی از کدام مقام بگوش میرسید گفت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالائے عرش یک قبہ نور است بمثلِ حجرہ دراں جا یک سوراخ است از انجا بگوش من آواز می رسد حضرت رسول علیہ السلام فرمود باز نزد آں قبہ برو از اں جا خبر گرفتہ زود بمن برساں لیکن اندرونِ قبہ نزدی چوں مہتر جبرئیل علیہ السلام بموجب فرمودۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باز رفت واندرونِ قبہ در آمد چہ بیند کہ اندرونِ قبہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم است وحضرت خود نشستہ اند والحال مہتر جبرئیل علیہ السلام باز بہ جلدی پرواز فرمود و برزمین ورود منمود چہ بیند کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم درہمون مکان باصحابان درحدیث ووعظ مشغول اند۔ جبرئیل علیہ السلام از معائنہ ایں حال متعجب براند وحیران گشت وشرمناک شدہ گفت کہ اے خدایا از من خطا شدہ مارا معاف فرمایند۔

اب عرض یہ کہ نقل اہلسنّت والجماعت کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: "لاالہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ! جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم، اشھدان لاالہ الااللّٰہ وحدہ، لاشریک لہ واشھدان محمداعبدہ، ورسولہ عزجلالہ وعلیہ افضل الصلوۃ والسلام." اس کے ظاہر سے عوام

جہال کے خیال میں آئے وہ تو صاف صاف حضورِ اقدس ﷺ کو معاذ اللہ خدا کہنا ہے اس کے کفرِ صریح ہونے میں شک کیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرمایا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی امت ان کے کمالاتِ عالیہ دیکھ کر حد سے گذری۔ اور ان کو خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئی۔ ہمارے حضور سیدِ عالم ﷺ کے کمالات اعلیٰ کے برابر کس کے کمالات ہو سکتے ہیں، جس کے کملات ہیں سب حضور ہی کے کمالات کے پرتَو وظِلال ہیں۔۔ "من رانی فقدرای الحق" جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا، تو ان تجلیوں کے سامنے کون تھا جو "ھذاربی ھذااکبر" نہ بول اُٹھتا؟

لہذا حضورِ اقدس بالمؤمنین رؤف رحیم ﷺ کی رحمت نے اپنی امت کے حفظِ ایمان کے لئے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب عزوجل کی الوہیت ظاہر فرما دی۔ کلمہ شہادت میں رسولہ سے پہلے عبدہٗ رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول۔

بالجملہ رسول اللہ ﷺ باعتبارِ حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلوۃ والتحیہ جس طور پر ہم نے تقریر کی اس مرتبہ اور اس سے بدرجہا زائد کے لائق ہیں، مگر یہ واقعہ غلط اور باطل ہے۔ بغیر رد کے اس کا بیان حرام ہے۔

(ملخصاً فتاویٰ افریقہ، ص ۴۰)

(۷) ایک سائل نے متعدد سوال کے ساتھ ایک سوال اس طرح کیا،

سوال: ایک روز جبرئیل علیہ السلام حضور سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے اخی! تم کو اپنے مقام سے یہاں تک آنے میں کتنا وقفہ ہوتا ہے؟ عرض کیا! حضور دستارِ مبارک کا پیچ تمام نہیں فرمانے پائیں گے

کہ غلام اپنے مقام سے یہاں حاضر ہو جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جہاں سے تم کو حکم ملتا ہے وہاں پردہ پڑا ہوا ہے، جاؤ اس کو اٹھا کر دیکھو۔

ادھر آنحضرت ﷺ نے دستارِ مبارک زیبِ سر فرمانا شروع کی، جبریل علیہ السلام نے مقامِ مذکور پر پردہ اٹھا کر دیکھا تو حضور پٹکا زیبِ سر فرما رہے ہیں۔ پھر زمین پر آ کر اسی طرح پٹکا زیبِ سر فرماتے ہوئے دیکھا۔ اسی استعجاب میں چند مرتبہ آئے گئے۔ حیران ہو کر عرض کیا حضور مجھے کیوں دوڑایا جاتا ہے۔ جب یہاں بھی آپ اور وہاں بھی آپ!

اس کے جواب میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

جواب: یہ روایت محض کذب و باطل و مردود و موضوع و افتراء اور اختراع ہے۔ "قاتل اللہ واضعها" اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے۔ ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سننا حرام ہے۔ "**واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم**"

(فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۳۲۹)

(۸) سوال: اس مقام پر ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ دلیل الاحسان حسبِ فرمائش حاجی چراغ دین وسراج الدین تاجر کتب لاہور، در مطبع مصطفائی لاہور طبع شُد۔

باب سوم، درفضیلت چہار یار رضی اللہ عنہم روزے حضر شاہِ مرداں علی کرم اللہ وجہہ بطرف گورستان رفت واستادہ شُد۔ دیدند کہ ایک شخص ازعذابِ قبر فریادمی کند، فوقی ناروتحتی نارو یمینی نارو یساری نارامیرالمؤمنین علی رضی اللہ عنہ چوں اورادارں احوال دیدنکہ درعذابِ قبر گرفتاراست بروے رحم فرمودہ وہمانجا وضو ساختہ صدرر کعت نمازنفل گذاردہ وسہ ختم قرآن تما کردہ۔ ثواب

آں رابروحآں میت بخشیدند۔لیکن ہرگز عذاب رفع نہ شُد۔پس علی کرم اللہ وجہہ دریں احوال متفکر وحیران ماندند کہ ایں بندہ را بسیار گناہ درپیش آمدہ کہ دعائے من قبول نمی شود وخلاصی اواز عذاب نمی گردد وحضرت علی کرم اللہ وجہہ ازانجا برخاستہ بہ پیش پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ دورانِ زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ حجرہ نشستہ بودند کہ احوال آں میت حضرت میت حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرمود کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امروز بطرف گورستان رفتہ بودم کہ شخصے از عذاب قبر فریاد میکند من صد رکعت نماز نفل گذاردہ وسہ ختم قرآن مجید کردہ بروحِ آں میت بخشیدم لیکن آں میت نعذاب گرفتار بماوعذاب اورفع نہ شُد چوں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اززبان علی کرم اللہ وجہہ ایں چنیں احوال شنیدند ہرچند کہ درحیم شریف خوش وقت نشستہ بودند زداز استماع ایں احوال بیقرار شُد بطرف گورستان رواں شُدند فرمودند کہ یاعلی رضی اللہ عنہ ہمراہ من بیائید وآں قبر مرانمائید تا احوال آں میت بہ بینم امیرالمومنین رضی اللہ عنہ ہمراہ من بیائید وآں قبر مرانمائید تا احوال آں میت بہ بینم امیرالمومنین رضی اللہ عنہ آنحضرت رادر آنجا بردند چوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دراں قبرستان تشریف آوردند چہ بینند کہ آں میت راعذاب نمی شود ہرچند تفحص کردند نیافتند حضرت علی رضی اللہ عنہ رافرمودند مگر آں قبراز شما سہو ونسیان شُدہ باشد آں قبر دیگر خواہد بود حضرت علی رضی اللہ عنہ گفت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قبرست من آثار کردہ رفتہ بود ہماں نشانی ست پس آنجا حضرت رسالت پناہ باحضرت علی کرم اللہ وجہہ معائنہ می فرمودند کہ جبریل از درگاہِ رب العالمین بطرف سیدالمرسلین نازل شُدہ گفت اے پیغمبر علیہ السلام خدائے تعالیٰ تراسلام میرساند بعدہٗ می فرماید کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ راست می گوید کہ قبر آں بندہ ہمیں است لیکن الحال

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برائے عبادت ونماز وضو ساختہ بودہ بعدہٗ شانہ برریش مبارک جدا شدہ بود چوں باد آں موئے را براں قبر انداختہ از برکت آں موئے مبارک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمامی گورستان راحق تعالیٰ بخشیدہ آمرزیدہ است پس اے مؤمن ہرگاہ حق تعالیٰ درموئے ایشاں گلہ کند یا چیزے دیگر گوید پس ہر مؤمن را لازم ست کہ چوں اسمِ مبارک صدیقِ اکبر بشنود از دل وجان فدا شُد بگوید رضی اللہ عنہ۔

مولانا صاحب! یہ حکایت صحیح ہے یا نہیں اور اہلسنت کو ضروری ہے یا نہیں یہ فضیلت بیان کرنا۔ یہاں پر زید صاحب کو اعتراض بڑا گذرا ہے کہ یہاں اس حکایت کے بیان سے جناب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ کم کرنا اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ زیادہ کرنا ہے۔ وجہ یہ زید صاحب بتاتے ہیں کہ جناب سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سو رکعت نماز پڑھی اور تین ختم قرآن شریف کا ثواب بخشا اور دعا مانگی پھر ان کی دعا کیسے رد ہوا اور ایک بال کی برکت سے اللہ عزوجل بخش دے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ صاف کم کرنا ہے۔ یہ قول زید کا باطل ہے یا نہیں۔ اہلسنت کے نزدیک مگر شاید زید صاحب کو یہ خبر نہ ہوگی کہ اللہ عزوجل ایسا زبردست ہے کہ ایک کو ایک پر فضیلت و بزرگی دیتا ہے۔

ہاں دیکھو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے، "**تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض منھم من کلم اللّٰہ ورفع بعضھم درجٰتٍ** ط "ترجمہ: "یہ پیغمبر ہیں کہ بزرگی دی ہم نے ان کے بعض کو اوپر بعض کے، ان میں سے بعض وہ ہیں کہ باتیں کی اللہ نے ان سے اور ان کے بعض کو درجوں بلند کیا۔" یا اللہ ہمارے مولانا

صاحب کی زندگی میں برکت دے۔’’آمین‘‘

الجواب: یہ حکایت محض باطل و بے اصل ہے۔زید کی مراد مرتبہ کم کرنے سے اگر یہ ہے کہ صدیق اکبر مولیٰ علی رضی اللہ عنہم سے افضل ٹھہرے جاتے ہیں تو یہ بلاشبہ اہلسنت کا عقیدہ ہے اگر چہ اس حکایت کو اس سے بھی بحث نہیں وہ آیات واحادیث واجماع سے ثابت ہے۔

اور اگر یہ مقصود کہ معاذ اللہ اس میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی توہین لازم آتی ہے تو صریح باطل ہے۔

یہ حکایت اگر صحیح بھی ہو تو دعا کا مقصود اس میت کا عذاب سے نجات پانا تھا وہ بہت زیادہ ہو کر حاصل ہوا کہ تمام گورستان بخشا گیا مولیٰ علی کی دعا ہی کا اثر ہوا کہ صدیق کا موئے مبارک ہوا وہاں لے گئی جس سے سب کی مغفرت ہوگئی تو یہ دعا ردِ دعا ہوا یا اعلیٰ درجہ کا قبول۔اور فرض کیجئے کہ حکمت الٰہی نے اس وقت دعائے امیر المؤمنین علی کو قبول کر کے تیسرے اعلیٰ مرتبے میں رکھا یعنی آخرت میں اسکا ثواب ذخیرہ فرمایا۔(قبول دعا کے تین مرتبے ہیں،(۱) جو مانگا مل جانا (۲) اس کے برابر بلا کا دفع ہونا، یہ اس سے بہتر ہے۔(۳) اس کا ثواب آخرت کے لئے جمع رہنا، یہ سب سے اعلیٰ ہے) اور اس موئے مبارک کو ذریعۂ مغفرت کر دیا کہ وہ کریم مسلمان کی پیری سے حیا فرماتا ہے اور مسلمان بھی کون سا سردارِ جملہ مسلمین ابوبکر صدیق (جن کی نسبت حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیری کو اپنی اُمت کی مغفرت کے لئے وسیلہ کیا کہ الٰہی ابوبکر کا صدقہ میری اُمت کے بوڑھوں کو بخش دے) تو اس میں معاذ اللہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی کیا توہین ہوئی مگر جاہلانہ مَت سب سے جدا ہوتی ہے۔

"واللہ تعالیٰ اعلم" (فتاویٰ افریقہ، ص ۱۴۸ تا ۱۵۱)

(۹) اول: ایک رسالہ لکھا ہے کہ شبِ معراج میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے عرشِ معلیٰ پر اپنے اوپر سوار کر کے پہنچایا۔ یا کاندھا دے کر اوپر جانے کی معاونت کی یعنی یہ کام اوپر جانے کا براق اور جبرئیل علیہ السلام اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انجام کو نہ پہنچا، حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مہم سرانجام پہنچائی۔

دوسری: یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر میرے بعد نبی ہوتا تو پیرانِ پیر ہوتے۔

تیسری: یہ کہ زنبیل ارواح کی عزرائیل علیہ السلام سے حضرت پیرانِ پیر نے چھین لی تھی۔

چوتھی: یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح کو دودھ پلایا ہے۔

پانچویں: اکثر عوام کے عقیدہ میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان اقوال کا کیا حال ہے مفصل بیان فرما کر اجرِ عظیم اور ثوابِ کریم پائیں اور رفع نزع بین الفریقین فرمادیں۔

الجواب: "اللّٰھم لک الحمد" فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ' کلمات چند مجمل وسودمند گذارش کرے کہ اگرچہ فریقین میں کسی کو پسند نہ آئیں مگر بعونہ تعالیٰ حق وانصاف ان سے متجاوز نہیں۔ "والحق بالحق ان یتبع واللّٰہ الھادی الیٰ صراط مستقیم"

یہ قول کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضورِ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے اگر چہ اپنے مفہومِ شرطی پر صحیح و جائز الاطلاق ہے کہ بے شک مرتبہ عُلیہ رفیعہ حضور پُر نور رضی اللہ عنہ تِلوِ مرتبہ ءِ نبوت ہے خود حضور معلیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو قدم میرے جدِ اکرم نے اُٹھایا، میں نے وہیں قدم رکھا۔ سِوا اقدام نبوت کے کہ ان میں غیر نبی کا حصہ نہیں۔

از نبی برداشتن گام از تو بنہادن قدم غیر اقدام النبوۃ سد مشاہ الختام

اور جواز اطلاق یوں کہ خود حدیث میں امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے وارد، ”لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب“۔ میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

(رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبہ بن عامر والطبرانی عن عصمۃ بن مالک)

دوسری حدیث میں حضرت ابراہیم صاحبزادۂ حضور اقدس سید المرسلین ﷺ کے لیے وارد، ”لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا“ اگر جیتے تو صدیق و پیغمبر ہوتے“۔ رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ و عن عبداللہ بن عباس و عن ابی اوفیٰ والباوردی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

علماء نے امام ابو محمد جوینی قدس سرہٗ کی نسبت کہا ہے کہ اگر اب کوئی نبی ہوسکتا تو وہ ہوتے۔ امام ابنِ حجر مکی اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں، ”قال فی شرح المھذب نقلاً عن الشیخ الامام المجمع علی جلالتہٖ و صلاحہٖ و امامتہٖ ابی محمد الجوینی قیل فی ترجمتہ لو جاز ان یبعث اللّٰہ فی ھذہ الامۃ نبیا لکان ابا محمد الجوینی“

مگر ہر حدیث حق ہے اور ہر حق حدیث نہیں، حدیث ماننے اور حضورِ اکرم ﷺ کی طرف نسبت کرنے کے لئے ثبوت چاہیے بے ثبوت نسبت جائز نہیں اور قول مذکور ثابت نہیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم"

حضرت اُمّ المومنین محبوبۂ سید المرسلین ﷺ کا روحِ اقدس سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانا، بعض مداحین حضورا سے واقعۂ خواب بیان کرتے ہیں۔ "کما رأیت فی بعض کتبھم التصریح بذالک"۔ اس تقدیر پر تو اصلاً وجہ استبعاد نہیں اور اب جو کچھ اس پر ایراد کیا گیا سب بے جا و بے محل ہے۔ اور اگر بیداری ہی میں مانا جاتا تاہم بلا شبہ عقلاً ممکن اور شرعاً جائز اور اس میں کوئی بھی استحالہ در کنار استبعاد بھی نہیں۔ "ان اللّٰہ علیٰ کل شیٔ قدیر" ۔ نہ ظاہر میں حضرت اُمّ المؤمنین کے پاس شیر نہ ہونا کچھ اس کے منافی کہ امور خارقہ للعادت اسباب ظاہریہ پر موقوف نہیں، نہ روح عامۂ متکلمین کے نزدیک مجردات سے ہے۔ اور فی نفسہ مادیہ نہ سہی تاہم مادہ سے اس کا تعلق بدیہی جسم شہادت میں منحصر جسم مثالی بھی کوئی چیز ہے کہ ہزاروں احادیث برزخ وغیرہ اس پر گواہ کیف ما کان۔ شک نہیں کہ روح مفارق کی طرف نصوصِ متواترہ میں نزول وصعود وضع وتمکن وغیرہا اعراض جسم وجسمانیات قطعاً منسوب اور وہ نسبتیں اہلِ حق کے نزدیک ظاہر پر محمول۔

یالیت شعری جب ارواح شہداء کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت، "الترمذی عن کعب بن مالک قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان ارواح الشھداء فی طیر خضر تعلق من ثمر الجنتہ" بلکہ دوسری روایت میں ارواح مؤمنین کیلئے یہی ارشاد، الامام احمد عن الامام الشافعی عن الامام مالک عن الزھری

عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسمۃ المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنۃ حتیٰ یرجعہ اللّٰہ الیٰ جسدہ یوم یبعثہ' ۔ تو دودھ پینے میں کیا استحالہ ہے حال روح بعد فراق وپیش از تعلق میں فارق کیا ہے۔ آخر حضرت ابراہیم علیٰ ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے صحیح حدیث میں ہے کہ جنت میں دو (۲) دایہ ان کی مدت رضاعت پوری کرتی ہیں۔

"احمد ومسلم عن انس رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابراھیم ابنی وانہ مات فی الثدی وان لہ' ظئرین یکملان رضاعہ' فی الجنۃ."۔

بایں ہمہ یہ باتیں نافی استحالہ ہیں نہ مثبت وقوع، قول بالوقوع تاوقتیکہ نقل ثابت نہ ہو جزاف وبے اصل ہے۔"واللّٰہ تعالیٰ اعلم"

نہ، زنبیل ارواح چھین لینا خرافاتِ مخترعہ جہال سے ہے، سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رُسل ملائکہ سے ہیں اور رُسلِ ملائکہ اولیاء بشر سے بالا جماع افضل، مسلمان کو ایسے اباطیلِ واہیہ سے احتراز لازم۔ واللہ الہادی

تنبیہ: بنائے انکار یہ طرزِ ادا ہے ورنہ ممکن کہ سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ روحیں بامرِ الٰہی قبض فرمائی ہوں اور حضورِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا سے باذنِ الٰہی پھر اپنے اجسام کی طرف پلٹ آئی ہوں۔ احیاء مردہ حضور پُر نور و دیگر محبوبانِ خدا سے ایسا ثابت ہے کہ جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ یونہی ممکن کہ حضرت ملک الموت نے بنظر صحائف محو واثبات قبض بعض ارواح شروع کیا۔ اور علمِ الٰہی میں قضا نے ابرام نہ پایا تھا، بہ برکت دعائے محبوب رضی اللہ عنہ قبض سے باز رکھے گئے ہوں۔ امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ الربانی کتابِ

مستطاب **"لـواقـح الانوار"** میں حالات حضرت سیدی شیخ محمد شربینی قدس سرہٗ میں لکھتے ہیں، "**لـمـا ضـعـف ولـده احـمـد واشـرف على الموت وحضر عـزرائيـل لـقبـض روحـه قـال لـه الشيخ ارجع الىٰ ربک فراجعه فان الامـر نسـخ فـرجـع عـزرائيـل وشـفـا احـمـد من تلك الضعفة وعاش بـعـده ثـلثين عاماً**۔ یعنی جب ان کے صاحبزادے احمد ناتواں ہو کر قریب المرگ ہوئے اور حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی روح قبض کرنے آئے، حضرت شیخ نے ان سے گذارش کی کہ اپنے رب کی طرف واپس جایئے اس سے پوچھ لیجئے کہ حکم موت منسوخ ہو چکا ہے۔ عزرائیل علیہ السلام پلٹ گئے، صاحب زادہ نے شِفا پائی اور اسکے بعد تیس برس زندہ رہے۔ "**واللّٰہ تعالیٰ اعلم**"

یونہی جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ حضرت جناب افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل یا ان کے ہمسر ہیں گمراہ بدمذہب ہے، سبحان اللہ! اہلسنت کا اجماع ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، امام الاولیاء مرجع العرفاء امیر المؤمنین مولی المسلمین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اکرم و افضل واتم واکمل ہیں جو اس کا خلاف کرے اسے بدعتی، شیعی رافضی مانتے ہیں نہ کہ حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کو تفصیل دینی، معاذ اللہ انکار آیات قرآنیہ واحادیثِ صحیحہ وخرق اجماع اُمتِ مرحومہ ہے۔

ولاحول ولاقوة الابالله العلى العظيم

یہ مسکین اپنے زعم میں سمجھا کہ میں نے حق محبت حضور پُرنور سلطان غوثیت رضی اللہ عنہ کا ادا کیا کہ حضور کو مَلک مقرب پر غالب یا **افضل الصحابہ** سے **افضل** بتایا

حالانکہ ان بیہودہ کلمات سے پہلے بیزار ہونے والے حضور سیدنا غوث الاعظم ہیں۔ رضی اللہ عنہ، باللہ التوفیق

رہا شبِ معراج میں روح پُر فتوح حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا حاضر ہو کر پائے اقدس حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے گردن رکھنا اور وقتِ رکوبِ براق یا صعودِ عرش زینہ بننا۔ شرعاً و عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ اگر منتہائے عروج ہے تو باعتبارِ اجسام نہ بہ نظر ارواح عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیاء کو عرش بلکہ مافوق العرش تک ثابت و واقع جس کا انکار نہ کرے گا۔ مگر علوم اولیاء کا منکر، بلکہ باوضو سونے والے کے لئے حدیث میں وارد کہ اس کی روح عرش تک بلند کی جاتی ہے ایسا ہی سجدہ میں سو جانے والے کے حق میں آیا، نہ اس قصے میں معاذ اللہ کوئی بوئے تفصیل یا ہمسری حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے لئے نکلتی ہے نہ اس کی عبارت یا اشارت سے کوئی ذہنِ سلیم اس طرف جا سکتا ہے کیا عجب سواری براق سے بھی یہی معنی تراشے جائیں کہ یہ اوپر جانے کا کام حضرت جبرئیل علیہ السلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انجام کو نہ پہنچا براق نے یہ مہم سرانجام کو پہنچائی تو در پردہ اس میں براق کو تفصیل دینا لازم آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس نہ پہنچ سکے اور براق پہنچ گیا اس کے ذریعے سے حضور کی رسائی ہوئی۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منہ، مع ہذا خدمت کے افعال جو بہ نظر تعظیم و اجلال سلاطین بجالائے جاتے ہیں کیا ان کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بادشاہ ان امور میں عاجز اور ہمارا محتاج ہے علاوہ بریں کسی بلندی پر جانے کے لیے زینہ بننے سے یہ کیونکر مفہوم کہ زینہ بننے والا خود بے زینہ وصول پر قادر، نردبان ہی کو دیکھئے کہ زینہ صود ہے اور اصلاً صعود پر قادر نہیں۔

فرض کیجئے اگر ہنگام بت شکنی حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی عرض قبول فرمائی جاتی۔ اور حضور پُر نور افضل صلوٰۃ اللہ تعالیٰ واکمل تسلیمات علیہ وعلیٰ آلہ ان کے دوش مبارک پر قدمِ اکرم رکھ کر بُت گراتے تو کیا اس کا یہ مفاد ہوتا کہ حضورِ اقدس ﷺ تو معاذ اللہ اس کام میں عاجز اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قادر تھے۔ غرض ایسے معنی محال ہرگز عبارت قصہ سے مستفاد نہ اس کے قائلین بے چاروں کو مراد "واللہ الھادی الیٰ سبیل الرشاد"

یہ بیان تو ابطال استحالہ واثبات صحت بمعنیٰ امکان کے متعلق تھا، رہا اس بیان روایت کی نسبت بقیہ کلام وہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کے مجلد دوم "العطایا النبویہ فی فتاویٰ الرضویہ" کتاب مسائل شتیٰ میں مذکور، کہ یہ سوال بھی اوجین سے آیا اور اس کا جواب قدرے مفصل دیا گیا تھا۔ خلاصہ مقصد اس کا مع بعض زیاداتِ جدیدہ نفیسہ کہ اس کی اصل کلمات بعض مشائخ میں مسطور اور اس میں عقلی وشرعی کوئی استحالہ نہیں بلکہ احادیث واقوال اولیاء علماء میں متعدد بندگانِ خدا کے لئے ایسا حضورِ روحانی وارد۔

مسلم اپنی صحیح اور ابوداؤد طیالسی مسند میں جابر بن عبداللہ انصاری عبد بن حمید بسند حسن انس بن مالک بن مالک رضی اللہ عنہم سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں، "دخلت الجنة فسمعت خشفة فقلت ماھٰذا قالوا ھذا بلال، ثم دخلت الجنة فسمعت خشفة ماھذه قالوا ھذاه الغميصاء بنت ملحان"۔ میں جنت میں داخل ہوا تو ایک پہچل سنی، میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ یہ بلال ہیں۔ پھر تشریف لے گیا پہچل سنی، پوچھا، کہا غمیصا بنت

ملحان یعنی اُم سُلیم مادر انس رضی اللہ عنہما" ان کا انتقال خلافت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ میں ہوا۔ کماذکرہ الحافظ فی التقریر۔

امام احمد ابویعلیٰ بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس اور طبرانی کبیر اور ابن عدی کامل میں بسند حسن ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہم سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ "دخلت الجنة لیلة اسریٰ بی فسمعت فی جانبها سروجاً فقلت یاجبرئیل ماهذا بلال المؤذن" میں شب معراج جنت میں تشریف لے گیا اس کے گوشہ میں ایک آواز نرم سنی، پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے، عرض کی یہ بلال مؤذن ہیں۔"

امام احمد و مسلم ونسائی انس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور والا صفات صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ فرماتے ہیں۔ "دخلت الجنة فسمعت خشفة بین یدی فقلت ماهذه الخشفة فقیل الغمیصاء بنت ملحان"۔ میں بہشت میں رونق افروز ہوا اپنے آگے ایک کھٹکا سنا، پوچھا یہ کیا ہے، عرض کی گئی غُمصیا بنت ملحان۔

امام احمد ونسائی وحاکم باسناد صحیحہ اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں، "دخلت الجنة فسمعت فیها قراءة فقلت من هذا قالوا حارثة بن النعمان کذالکم البر کذالکم البر۔" "میں بہشت میں جلوہ فرما ہوا وہاں قرآن پڑھنے کی آواز آئی، پوچھا یہ کون ہے۔ فرشتوں عرض کی حارث بن نعمان۔ نیکی ایسی ہی ہوتی ہے"۔ یہ حارث رضی اللہ عنہ خلافتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہی راہی جناں ہوئے۔

قال ابن سعد فی الطبقات ذکرہ الحافظ فی الاصابۃ ابن سعد طبقات میں ابوبکر خدری

سے مرسلاً روای حضور سید العالمین ﷺ فرماتے ہیں، دخلت الجنة فسمعت نخمةمن نعيم ۔''میں جنت میں تشریف فرما ہوا تو نعیم کی کھنکار سنی'' یہ نعیم بن عبداللہ عدوی معروف بہ نخام (کہ اسی حدیث کی وجہ سے ان کا یہ عرف قرار پایا) خلافت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ میں جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے، ''كما ذكره موسىٰ بن عقبةفي المغازي عن الزهري و كذاقاله ابن اسحاق ومصعب الزبيري و آخرون كمافي الاصابة.''

سبحان اللہ! جب احادیثِ صحیحہ سے احیائے عالم شہادت کا حضور ثابت تو عالم ارواح قدسیہ کا حضور کیا دُور۔

امام ابوبکر ابن ابی الدنیا ابوالمخارق سے مرسلاً راوی حضور پرنور صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں،

''مررت ليلةاسرىٰ برجل مغيب في نورالعرش قلت من هذاملك قيل لاقلت من هوقال هذارجل كان في الدنيالسانه' رطب من ذكرالله تعالىٰ وقلبه معلق بالمساجدولم يستسب لوالديه قط''

یعنی شب اسریٰ میرا گذر ایک مرد پر ہوا کہ عرش کے نور میں غائب تھا، میں نے فرمایا یہ کون ہے۔ کوئی فرشتہ ہے؟ عرض کی گئی نہیں۔ میں نے فرمایا نبی ہے؟ عرض کی گئی نہیں۔ میں نے فرمایا یہ کون ہے عرض کرنے والے نے عرض کی یہ ایک مرد ہے کہ دنیا میں اس کی زبان یادِ الٰہی سے تر تھی اور دل مسجدوں سے لگا ہوا اور (اس نے کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر) کبھی اپنے ماں باپ کو بُرا نہ کہلوایا۔......الخ

(عرفان شریعت)

مزید احادیث موضوعہ کی معلومات کیلئے فقیر (مفتی محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ) کی تصنیف "مجموعۂ احادیث وروایات موضوعہ" کا مطالعہ فرمایئے۔

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

۲۹ محرم شریف ۱۴۲۰ھ

بہاول پور۔ پاکستان

نماز میں تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

مفتی محمد شوکت علی سیالوی

ملنے کا پتہ مکتبہ اہلسنت فیصل آباد

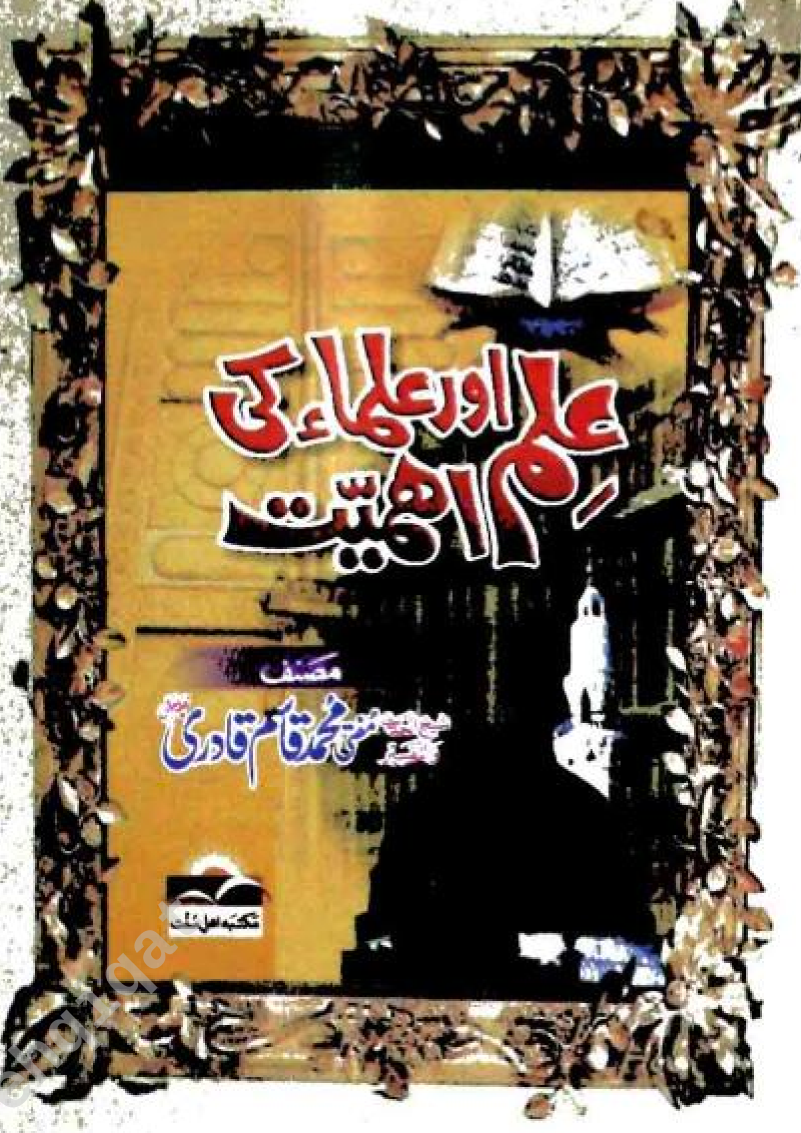
تذکرہ مشائخ قادریہ عطاریہ

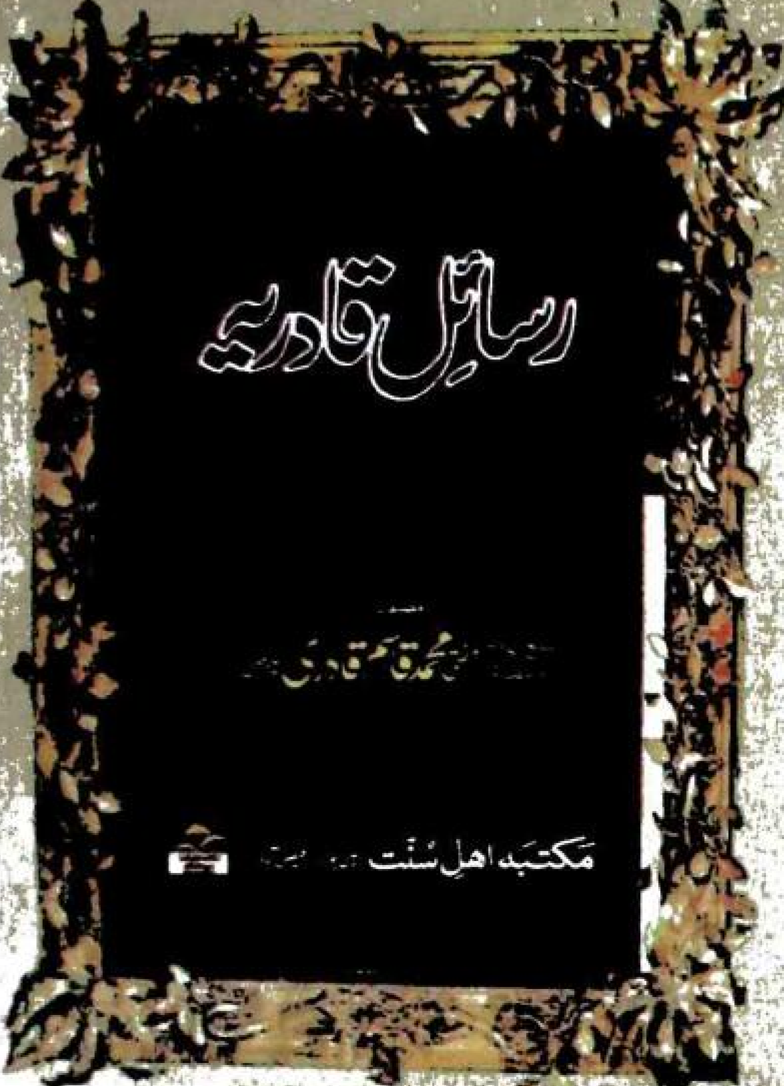
مصنف

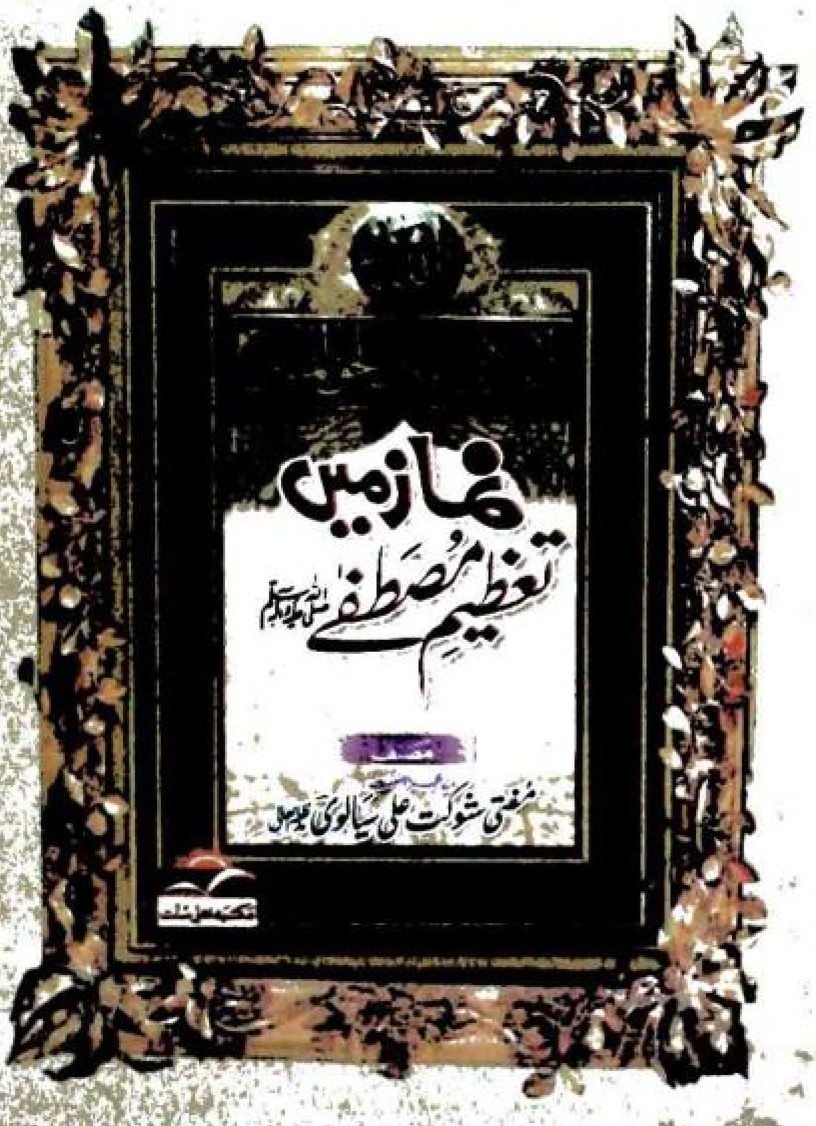
محمد جنید رضا المدنی عطاری

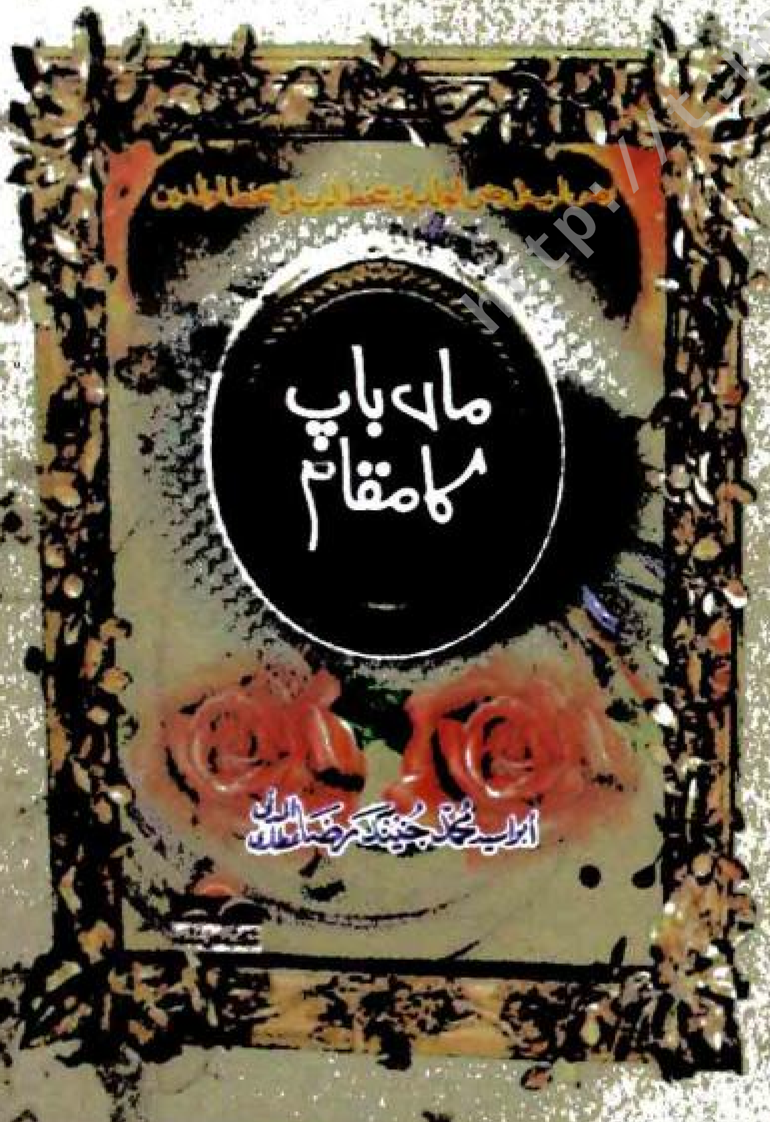
ملنے کا پتہ مکتبہ اہلسنت فیصل آباد

مکتبہ اہلِ سنّت کی دیگر مطبوعات









مکتبہ اہلِ سنّت

پور بازار فیصل آباد
1-2002111
21-39552